عقیدۂ توحید

اور

غیر اللہ کا تصوّر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّهِمِ

دَعَا اِلَی اللہِ فَالمُستَمسِکُونَ بِہٖ
مُستَمسِکُونَ بِحَبلٍ غَیرِ مُنفَصِمِ

www.MinhajBooks.com
منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : **عقیدۂ توحید اور غیر اللہ کا تصوّر**

خطبات و دراسات : **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**

ترتیب و تدوین : ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

تحقیق و تخریج : محمد تاج الدین کالامی، حافظ فرحان ثنائی

خصوصی معاونت : محمد فاروق رانا

زیرِ اِہتمام : فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : اکتوبر 2006ء

تعداد : 1,100

قیمت پریمئر کاغذ : -/80 روپے

✿ ✿ ✿

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسٹس، CDs اور DV Ds سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	**عقیدہ توحید اور غیر اللہ کا تصوّر**
خطبات و دراسات	:	**شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری
تحقیق و تخریج	:	محمد تاج الدین کالامی، حافظ فرحان ثنائی
خصوصی معاونت	:	محمد فاروق رانا
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اکتوبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	100/- روپے

❁ ❁ ❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو/ ویڈیو کیسیٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

فہرس

مشتملات	صفحہ
پیش لفظ	۱۱
باب اوّل	
وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ کا صحیح مفہوم	۱۳
۱۔ ’’أُهِلَّ‘‘ کا لغوی معنی و مفہوم	۱۷
۲۔ أُهِلَّ کا صحیح اطلاق	۱۹
(۱) إهلال : پہلی رات کا چاند دیکھ کر آواز بلند کرنا	۱۹
(۲) إهلال: عین پیدائش کے وقت بچے کا آواز بلند کرنا	۱۹
(۳) إهلال: عین وقتِ ذبح آواز کو بلند کرنا	۱۹
(۴) إهلال: خاص مواقع پر آواز بلند کرنا	۲۰
(۵) إهلال : تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا	۲۰
۳۔ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ کا معنی ائمہِ حدیث کی نظر میں	۲۰
۴۔ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ کا معنی ائمہِ تفسیر کی نظر میں	۲۲
أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کی درست تفسیر	۲۸

مشتملات	صفحہ
لفظ أَهِلَّة سے استشہاد	۲۸
۵۔ غیر اللہ کے نام پر بطورِ عبادت ذبح کرنا حرام ہے	۳۰
٦. وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ اور وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کے اطلاق میں فرق	۳۵
۷۔ نذر و نیاز کے بارے میں صحیح عقیدہ	۳٦
۸۔ نذر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے مانی جاتی ہے	۳۷
۹۔ خیرات وصدقات اور عملِ صالح کی نذر ماننا شرک نہیں	۳۸
۱۰۔ صدقات وخیرات ذرائعِ ایصالِ ثواب ہیں "وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ" میں شامل نہیں	۳۹
۱۱۔ نیک عمل کا کسی کے نام انتساب جائز ہے	۴۲
(۱) کسی کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا	۴۳
(۲) کسی کی طرف سے روزے رکھنا	۴۴
(۳) کسی کی طرف سے حج ادا کرنا	۴۵
(۴) کسی کی طرف پانی کا کنواں برائے ایصالِ ثواب منسوب کرنا	۴۸
نذر میں شرک کا وقوع کب ہوتا ہے؟	۵۰
۱۲۔ مطلقًا تقرب اِلی الغیر شرک نہیں ہے	۵۲
۱۳۔ ذبیحہ کے ذریعے ایصالِ ثواب کا تصور	۵۵

مشتملات	صفحہ
جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے	۵۶
لفظِ ’’نذر‘‘ کی تین جہات	۶۱
۱۴۔ نذر کو اَولیاء کرام کی طرف مجازاً منسوب کرنا جائز ہے	۶۱
۱۵۔ تَقَرُّب لِغَیرِ اللهِ والی نذر حرام ہے	۶۳
۱۶۔ اعمالِ صالحہ اور خیرات کے لئے ایّام کا تعین	۶۵
۱۷۔ احادیث مبارکہ سے نفلی اعمال کے لئے دن کے تعین کا ثبوت	۶۷
(۱) نفلی عبادت کے لئے جگہ اور دن کا تعین	۶۷
(۲) نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعین	۶۸
(۳) کثرتِ درود و سلام کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص	۶۹
(۴) سفر کے لئے جمعرات کے دن کی تخصیص	۷۰
(۵) وعظ و نصیحت کے لئے دن کا تعیّن	۷۱
باب دُوُم	
’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کا صحیح مفہوم	۷۳
۱۔ ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کا معنی و مفہوم	۷۵
۲۔ ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کی حقیقی مراد	۷۶

صفحہ	مشتملات
۷۶	(۱) باطل عقائد و نظریات
۷۶	(۲) معبودانِ باطلہ
۷۷	(۳) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے الُوہیت کی نفی
۷۷	(۴) معبودانِ باطلہ کی بے وقعتی
۷۷	(۵) کفار و مشرکین سے خطاب
۷۸	(۶) معبودانِ باطلہ کے ولی اور شفیع ہونے کا انکار
۷۸	۳۔ انبیاء و اولیاء ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا مصداق نہیں
۸۰	۴۔ آیات کا غیر موزوں اطلاق خوارج کا وطیرہ ہے
۸۲	۵۔ ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا درست اطلاق
۸۳	(۱) معبودانِ باطلہ ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' ہیں
۸۴	(۲) غیر اللہ کو مستحقِ عبادت سمجھنا ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کے ذیل میں شمار ہوگا
۸۴	(۳) مظاہرِ فطرت کو معبود جاننا ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کے ذیل میں شمار ہوگا
۸۵	۶۔ معبودانِ باطلہ ولی اور نصیر نہیں جبکہ صالحین ولی ہوتے ہیں
۸۷	۷۔ انبیاء و اولیاء اللہ کے مقابلے میں ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کی بے وقعتی پر مشتمل آیاتِ قرآنی کا تقابلی مطالعہ

مشتملات	صفحہ
باب سوُم	
”وَلَا تَدعُ مَعَ اللہ“ کا صحیح مفہوم	۱۰۳
قرانِ حکیم میں لفظِ دعا کے معانی	۱۰۶
(۱) دعا بمعنی دعوت	۱۰۶
(۲) دعا بمعنی التجا	۱۰۸
(۳) دعا بمعنی عبادت	۱۱۱
دُعا بمعنی عبادت: جمہور مفسرین کی صراحت	۱۱۵
دُعا بمعنی عبادت ہو تو شرک ہے	۱۳۱
مآخذ و مراجع	۱۳۳

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

گزشتہ چند دہائیوں سے برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے درمیان جن اختلافی مسائل نے افتراق و انتشار کا بازار گرم کر رکھا ہے ان میں فتنۂ تنقیصِ رسالت ﷺ کے ساتھ ساتھ فتنہ تکفیر مسلمین بھی سرِ فہرست ہے۔ عقیدۂ توحید بلاشبہ اسلامی عقائد کی جان اور اصل روح ہے اور اسے پوری خالصیت وقوت کے ساتھ اسلامی معاشرے میں رواج دینا ضروری ہے لیکن خالص توحید کی تبلیغ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صدیوں سے جاری جائز اعمال و افعال کو بیک جنبشِ لب شرک قرار دے دیا جائے۔ مثلاً ایصالِ ثواب ایک جائز شرعی عمل ہے اور اس کی بے شمار شکلیں ہیں جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق صدیوں سے جاری ہیں۔ ان میں ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جانور ذبح کرکے ان کا گوشت تقسیم کر دیا جائے یا اس کا کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا جائے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کے مزارات پر حاضری دینا اور وہاں جا کر قرآن خوانی، درود وسلام کا ورد یا فاتحہ خوانی اور دعا کا عمل بہر طور مستحب اور جائز عمل ہے جس سے دل میں نرمی، نیکی کی ترغیب اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا ہے جو بذاتِ خود مشروع اور مقصود شریعت خصوصیات ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ ان اعمالِ حسنہ کو بھی شرک کے زمرے میں لا کر نہ صرف متنازعہ بلکہ ممنوعہ اور حرام قرار دے دیا جاتا ہے۔ ان جائز اور مشروع اعمال کو حرام قرار دینے کی انتہائی جسارت کا سبب دراصل وہ غلط فہمی ہے جو قرآنی آیات کا خود ساختہ مفہوم متعین کرنے سے پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے دو واضح گروہوں میں افتراق کا موجب بنی۔ ان میں پہلی قسم ان آیات مبارکہ کی ہے جن میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کو حرام قرار دیا گیا۔ دوسری نوعیت ان آیات کی ہے جن میں ”من دون اللہ“ کا تذکرہ ہوا ہے جن سے مراد وہ غیر اللہ ہیں جو لکڑی اور پتھر کے بتوں اور دیگر معبودانِ باطلہ کے

مخصوص دائرے میں آتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء و رُسل علیھم السلام کو بھی اللہ کے غیر کے اسی زمرے میں داخل کر دیا ہے اور ایسی تمام آیات و احادیث جن میں بت پرستی کی مذمت کی گئی ہے یا بتوں کے نام پر چڑھاوے چڑھانے اور وہاں جا کر نذر و نیاز کی ممانعت ہے ان کا انطباق بغیر سوچے سمجھے انبیاء و اولیاء پر بھی کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کے دوست اور زمین پر اس کی خلافت کے امین ہیں۔ صاف ظاہر ہے ان کی حیثیت اور جھوٹے خداؤں کی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس فرق کا احساس کئے بغیر محض توحید کی تبلیغ کے نشے میں اللہ کے محبوب بندوں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو یکجا کر کے ان پر ایک ہی حکم جاری کر دینا نہ دین کی کوئی خدمت ہے اور نہ توحید کی اشاعت۔

ان مفاہیم پر بے شمار لٹریچر موجود ہے مگر جس واضحیت اور حکمت کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے مسئلہ کی نوعیت آشکار کی ہے وہ ہمیں کہیں اور نظر نہیں آتی۔ ''کتاب التوحید (جلد اوّل)'' میں بھی یہ ابحاث شامل ہیں۔ یہ موضوع چونکہ بہت زیادہ زیر بحث رہتا ہے اور سب سے زیادہ غلط فہمیاں بھی اسی تصور کی غلط تطبیق سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے ضروری تھا کہ ان ابحاث کو آسان و سہل بنا کر الگ کتابی صورت میں شائع کیا جائے اور زیادہ سے زیادہ قارئین کے حلقے میں پہنچایا جائے۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری یہ کاوش خواص کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کے لئے بھی مفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں عقیدہ و عمل میں اخلاص کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

www.MinhajBooks.com

(ڈاکٹر علی اکبر قادری)

ڈائریکٹر، فریدِ ملّت رح رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

باب اَوّل

وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ کا صحیح مفہوم

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

قرآن مجید میں ایسے چار مقامات ہیں جہاں مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور ان جانوروں کو جن پر بوقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ مقامات یہ ہیں:

۱۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○[1]

’’اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

۲۔ سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ......[2]

’’تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو......‘‘

---

(۱) البقرۃ، ۲:۱۷۳

(۲) المائدۃ، ۵:۳

۳۔ سورۃ الانعام میں فرمایا:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(۱)

’’آپ فرما دیں کہ میری طرف جو وحی بھیجی گئی ہے اس میں تو میں کسی (بھی) کھانے والے پر (ایسی چیز کو) جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مُردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سُؤر کا گوشت ہو کیونکہ یہ ناپاک ہے یا نافرمانی کا جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پھر جو شخص (بھوک کے باعث) سخت لاچار ہو جائے نہ تو نافرمانی کر رہا ہو اور نہ حد سے تجاوز کر رہا ہو تو بیشک آپ کا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔‘‘

۴۔ سورۃ النحل میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(۲)

’’اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، حرام کیا ہے، پھر جو شخص حالتِ اضطرار (یعنی انتہائی سخت مجبوری کی حالت) میں ہو، نہ (طلبِ لذت میں احکامِ الٰہی سے) سرکشی کرنے والا ہو اور نہ (مجبوری کی حد سے) تجاوز کرنے والا ہو، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔‘‘

(۱) الانعام، ۶:۱۴۵

(۲) النحل، ۱۶:۱۱۵

ان آیات میں وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ یا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ (وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو) کے الفاظ آئے ہیں جن کا بعض لوگ غلط اطلاق کرتے ہیں۔ یہی خود ساختہ اطلاق کسی کے ایصالِ ثواب کے لئے دیئے گئے صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز پر بھی کیا جاتا ہے۔ ان قرآنی آیات کی غلط اور من گھڑت تاویل کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس پر صدقہ اور نذر و نیاز کے لئے غیر اللہ کا نام لیا جائے اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ میں داخل ہے، جس کے باعث وہ شے حرام ہے۔ اس طرح ان کے باطل خیال کے مطابق وہ صدقہ و خیرات اور گیارہویں شریف جو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ یا دیگر اولیاء و بزرگانِ دین اور صالحین کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ صرف حرام ہے بلکہ یہ عمل معاذ اللہ شرک ہے۔ یہ ان قرآنی آیات کی غلط تفسیر ہے اور ایسی چیزیں جو فقط ایصالِ ثواب کے لئے کسی بزرگ ہستی کی طرف منسوب کی جائیں ہرگز وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کے زمرے میں داخل نہیں، نہ ہی انہیں شرک پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ دراصل نذر کے تعین میں یہ اختلاف حرمت پر مبنی آیاتِ کریمہ کا معنی و مفہوم غلط سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ ذیل میں ہم وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ اور اس کے متعلقات پر تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔

۱۔ ’’اُهِلَّ‘‘ کا لغوی معنی و مفہوم

دراصل لفظِ ’’اُهِلَّ‘‘ ثلاثی مزید فیہ کے باب اِفعال ’’اِهْلَالٌ‘‘ سے مشتق صیغہ ماضی مجہول ہے۔ اہلِ لغت نے ’’اِهْلَال‘‘ کے متعدد معانی بیان کیے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ وانهلت السماء إذا صبت، واستهلت إذا ارتفع صوت ’وقعها‘ و كان استهلال الصبي منه.(۱)

’’انهَلَّتِ السَّمَاءُ‘‘ اس وقت کہا جاتا ہے جب بارش برسے اور اسْتَهَلَّتُ اس

(۱) ۱۔ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱

۲۔زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۰۹

خاص وقت کو کہتے ہیں جب بارش کے قطرے بلند آواز کے ساتھ زمین پر گریں۔ اسی سے اسْتِهْلَالُ الصَّبِيّ (عین پیدائش کے وقت بچے کا رونا) بھی ہے۔‘‘

۲۔ و استهل الصبي بالبكاء: رفع صوته و صاح عند الولادة، و كل شيء ارتفع صوته فقد استهل. والإهلال بالحج: رفع الصوت بالتلبية، و كل متكلم رفع صوته أو خفضه فقد أهل و استهل.(۱)

’’اسْتَهَلَّ الصَّبِیُّ کا معنی ولادت کے وقت بچے کا بلند آواز اور چلّا کر رونا ہے۔ (اس معنی میں) ہر وہ چیز جس کی آواز بلند ہو اسے ’’اسْتَهَلَّ‘‘ کہتے ہیں۔ حج کے موقع پر بلند آواز کے ساتھ تلبیہ پڑھنے کو إهْلَال کہا جاتا ہے، اور ایسا ہی ہر بولنے والے کی آواز بلند کرنے کو اَهَلَّ اور اسْتَهَلَّ کہا جاتا ہے۔‘‘

۳۔ و أصل الإهلال رفع الصوت. و كل رافع صوته فهو مهل، و كذلک قوله ﷻ: ﴿وَ مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ هو ما ذبح للآلهة و ذلک لأن الذابح كان يسميها عند الذبح، فذلک هو الإهلال.(۲)

’’اِهْلَال کا اصل معنی آواز بلند کرنا ہے۔ ہر آواز بلند کرنے والا مُهِلٌّ ہے، اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾۔ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جسے جھوٹے معبودوں کیلئے ذبح کیا گیا ہو اور یہ مفہوم اس بنا پر ہے کہ ذبح کرنے والا عین ذبح کے وقت اس بت کا نام لیتا تھا۔ پس یہی اِهْلَال ہے۔‘‘

۴۔ قال أبو العباس: وسمي الهلال، هلالاً لأن الناس يرفعون أصواتهم بالإخبار عنه.(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱

۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۱۰

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۱

(۳) ۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۷۰۳

۲۔ زبیدی، تاج العروس، ۱۵: ۸۰۱

’’ابو العباس نے کہا: چاند کو ہلال اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اسے دیکھتے ہی اپنی آوازیں بلند کر کے اس کا اعلان کرتے ہیں۔‘‘

۲۔ ’’أُهِلَّ‘‘ کا صحیح اطلاق

ائمہ لغت کی درج بالا تصریحات کی روشنی میں ’’أُهِلَّ‘‘ کا اطلاق کئی معانی پر ہوتا ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اِہلال: پہلی رات کا چاند دیکھ کر آواز بلند کرنا

ہر اسلامی ماہ کی پہلی تاریخ کو طلوع ہونے والے چاند کو ہلال کہتے ہیں جس کا مختلف وجوہ کی بنا پر لوگ شدت سے انتظار کرتے ہیں لہٰذا نیا چاند دیکھنے والوں کی طرف سے ایک آواز بلند ہوتی ہے: استجابة الإهلال ’’وہ چاند نظر آ گیا‘‘ اس خاص وقت میں بلند ہونے والی آواز کو ’’اِہلال‘‘ کہتے ہیں جبکہ کسی اور آواز کو اہلال سے موسوم نہیں کیا جاتا۔

(۲) اِہلال: پیدائش کے وقت بچے کا آواز بلند کرنا

اِہلال کا ایک معنی ہے ’’پیدائش کے وقت بچے کا رونا‘‘ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی اس کے منہ سے رونے چیخنے کی آواز نکلتی ہے۔ جسے عربی میں ’’اَهَلَّ الصَّبِیُّ‘‘ کہا جاتا ہے۔ عام حالات میں بچے کا چیخنا اور رونا ’’اھلال الصبی‘‘ نہیں کہلاتا بلکہ عین پیدائش کے وقت آواز بلند کرنے اور چیخنے کو ’’اھلال الصبیّ‘‘ کہتے ہیں۔

(۳) اِہلال: عین وقتِ ذبح آواز کو بلند کرنا

کفار و مشرکین جب کسی جانور کو ذبح کرتے تو وہ یہ اعلان کرنے کے لئے کہ وہ اپنے کس بت کے نام پر اسے ذبح کر رہے ہیں۔ آواز بلند کرتے جسے رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ الذِّبْحِ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ آواز وہ اس لیے لگاتے کہ ان کے معبودانِ باطلہ بے شمار تھے۔ لہٰذا وقتِ ذبح آواز بلند کرتے ہوئے اپنے خاص بت کا نام لیتے۔ اس بلندی کی جانے

والی آواز کو ’’اِھلال‘‘ کہا جاتا۔

(۴) إھلال: خاص مواقع پر آواز بلند کرنا

کسی خاص موقع پر کوئی اعلان کرنے کے لئے آواز بلند کرنا بھی اِھْلال کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

(۵) إھلال: تلبیہ پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا

اِھْلال کا ایک معنی بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا بھی ہے جیسا کہ دورانِ حج حجاجِ کرام بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہیں۔

عربی لغت کے حوالے سے درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ بنیادی طور پر ’’اہلال‘‘ میں کسی خاص موقع پر آواز بلند کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی کی رو سے آیتِ مبارکہ وَمَا أُهِلَّ میں بھی لازماً رفعِ صوت کا مفہوم موجود ہوگا۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ سے محدّثین اور مفسرینِ کرام نے کیا معنی مراد لیا ہے؟ ذیل میں ہم اسی پہلو پر تفصیلی بحث رقم کریں گے تاکہ اس آیت میں بیان کردہ قرآن مجید کا صحیح منشا اور مقصود اہلِ حق کے لئے قلبی سرور کا باعث بن سکے اور اہلِ باطل کے بطلان کا قلع قمع ہونے کا ساماں فراہم ہوسکے۔

۳۔ ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ کا معنی ائمہ حدیث کی نظر میں

محدثینِ کرام اور شارحینِ حدیث وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ سے مراد بآوازِ بلند بتوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور لیتے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام بیہقی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول اس آیت ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

يعني ما أهل للطواغيت كلها.(۱)

’’اس سے مراد وہ جانور ہیں جنہیں بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔‘‘

۲۔ امام بیہقی رقمطراز ہیں:

﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ ما ذبح لآلهتهم.(۲)

’’وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کا معنی وہ جانور ہیں جو مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے نام ذبح کیا کرتے تھے۔‘‘

۳۔ امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

وأصل الإهلال في اللغة رفع الصوت، وكل رافع صوته فهو مهل. ومنه قيل للطفل: إذا سقط من بطن أمه فصاح قد استهل صارخا. والاستهلال والإهلال سواء. ومنه قول الله عزوجل ﴿وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ لأن الذابح منهم كان إذا ذبح لآلهة سماها ورفع صوته بذكرها.(۳)

’’اھلال کا اصل لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے لہٰذا آواز بلند کرنے والا ہر شخص مُهِلٌّ ہے اور اسی سے بچے کا استہلال کرنا ہے یعنی جب عین پیدائش کے وقت وہ بلند آواز سے روتا ہے۔ استہلال اور اھلال ہم معنی ہیں۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ ہے کیونکہ کفار و مشرکین میں سے ذبح کرنے والا جب اپنے بت کے نام پر ذبح کرتا تو اس کا نام لیتے وقت آواز کو بلند کرتا۔‘‘

---

(۱) بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۴۹

(۲) شعب الایمان، ۵:۲۰، رقم:۵۶۲۷

(۳) ابن عبدالبر، التمهيد، ۱۳:۱۶۸

امام ابنِ حجر عسقلانی نے صحیح البخاری کی شرح فتح الباری (۳: ۶۱۵) اور امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح (۸: ۸۹) میں بھی یہی معانی بیان کئے ہیں۔

۴۔ ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ﴾ ائمہ تفسیر کی نظر میں

ذیل میں ہم آیت ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ﴾ کی تشریح و تفسیر معروف ائمہ تفسیر کی آراء کی روشنی میں بیان کریں گے۔ جن سے یہ بات مترشح ہے کہ کسی ایک مفسرِ قرآن نے بھی ایصالِ ثواب کے لئے ذبح کیے گئے جانور کا تعلق ان حرمت والی آیات سے نہیں جوڑا اور نہ کسی نے اولیاء و صالحین کے ایصالِ ثواب کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کو حرام قرار دیا۔

سورۃ البقرۃ کی آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ط اِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○[1]

”اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔“

اس آیتِ مبارکہ میں أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللهِ کے جو الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ان کا مفسرینِ کرام نے شرعی معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جانور ہے جس پر عین وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام بلند کر کے چھری پھیر دی جائے۔ ذیل میں مشہور ائمہ تفسیر کے حوالے درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) البقرۃ، ۲:۱۷۳

۱۔ تفسیر ابنِ عباس رضی اللہ عنہ

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر ''تنویر المقباس'' میں ﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ کا معنی یہ لکھا ہے:

﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ ماذبح لغير اسم الله عمداً للأصنام. (۱)

''﴿وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ کا معنی ہے وہ جانور جس کو جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔''

۲۔ تفسیر عبدالرزاق

عن قتادة فی قوله: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِاللهِ﴾ قال: ما ذبح لغير الله مما لم يسم عليه. (۲)

''حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ ﴿وَ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو۔''

عن الزهری قال: الإهلال أن يقولوا: باسم المسيح. (۳)

''امام زہری فرماتے ہیں کہ اِہلال کا مطلب ہے کہ بوقت ذبح یوں کہا جائے: بِاسم المسیح (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر ذبح کرتا ہوں)۔''

نوٹ: واضح ہو کہ امام زہری نے اِہلال کے حوالے سے اپنی تفسیر میں ان عیسائیوں کا معمول بیان کیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ابن عباس، تنویر المقباس: ۲۴

(۲) تفسیر عبدالرزاق، ۱: ۳۰۱، رقم: ۱۵۵

(۳) تفسیر عبدالرزاق، ۱: ۳۰۱، رقم: ۱۵۶

۳۔ تفسیر طبری

و أما قوله: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ فإنه يعنى به وما ذبح للآلهة والأوثان يسمى عليه بغير اسمه أو قصد به غيره من الأصنام. و إنما قيل ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ﴾ لأنهم كانوا إذا أرادوا ذبح ما قربوه لآلهتهم سموا اسم آلهتهم التي قربوا ذلك لها وجهروا بذلك أصواتهم. فجرى ذلك من أمرهم على ذلك حتى قيل لكل ذابح يسمى أو لم يسم، جهر بالتسمية أو لم يجهر مُهل. فرفعهم أصواتهم بذلك هو الإهلال الذى ذكره الله تعالى فقال: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ ومن ذلك قيل للملبى فى حجة أو عمرة مهل لرفعه صوته بالتلبية. و منه استهلال الصبى إذا صاح عند سقوطه من بطن أمه. واستهلال المطر وهو صوت وقوعه على الأرض كما قال عمرو بن قميئة:

ظلم البطاح له انهلال حريصة[1]

’’اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہیں جو معبودانِ باطلہ یعنی بتوں کے لئے ذبح کیے گئے ہوں جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اس کے علاوہ بتوں میں سے کسی ایک کا نام لینے کا ارادہ کیا گیا ہو۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ اس لیے ارشاد فرمایا گیا: کیونکہ جب مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے تقرب کے لئے کسی جانور کو ذبح کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس مخصوص بت کا نام لیتے جس کے تقرب کے لئے وہ جانور ذبح کیا جانا ہوتا اور اس پر وہ اپنی آواز کو بلند کرتے پس پھر یہ ان کا معمول بن گیا حتی کہ ہر ذبح کرنے والے کو

(۱) ابن جرير طبرى، جامع البيان فى تفسير القرآن، ۲: ۵۰

خواہ اس نے بآواز بلند اپنے معبود کا نام لیا ہو یا نہ مُہِلّ کہا جانے لگا۔ پس ان کا جانور پر آواز بلند کرنا اِہلال کہلاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾. اسی بلندیٔ آواز کے مفہوم کی وجہ سے حج اور عمرہ کے دوران بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے والے کو بھی مُہِلّ کہا گیا۔ اسی مفہوم میں استھلال الصبی ہے جب بچہ پیدائش کے وقت اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی روتا ہے۔ اسی سے استھلال المطر ہے، یہ وہ آواز ہے جو بارش کے قطرے زمین پر گرتے وقت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ عمر بن قمیئہ نے اپنے ایک شعر میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

”وادیوں کی ظلمت زور دار بارش کا ہونا ہے“

۴۔ تفسیر قرطبی

قوله تعالى: ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ أى ذكر عليه غير اسم الله تعالى، و هى ذبيحة المجوسى والوثنى والمُعَطِّل. فالوثنى يذبح للوثن، والمجوسى للنار، والمُعَطِّل لا يعتقد شيئًا فيذبح لنفسه. والإهلال: رفع الصوت، يقال: أَهَلَّ بكذا، أى رفع صوته. ومنه إهلال الصبىّ و استهلاله، و هو صياحه عند ولادته. و قال ابن عباس وغيره: المراد ما ذبح للأنصاب والأوثان.(۱)

”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر اللہ کے غیر کا نام لیا گیا ہو اور یہ مجوسی، بت پرست اور معطل کا ذبیحہ ہے۔ بت پرست اپنے بت کے لئے ذبح کرتا ہے، مجوسی آگ کے لئے اور معطل کا کسی چیز پر اعتقاد نہیں ہوتا وہ صرف اپنی ذات کے لیے ذبح کرتا ہے۔

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القران، ۲:۲۲۳

إهلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: اس شخص نے اس طرح آواز بلند کی۔

اسی سے اهلال الصبی اور نومولود بچے کا استهلال ہے جس سے مراد عین پیدائش کے وقت اس کا چیخنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ جانور ہے جس کو نصب شدہ مورتیوں اور بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔‘‘

۵۔ تفسیر فتح القدیر

الإهلال: رفع الصوت، يقال أهلّ بكذا: أي رفع صوته، قال الشاعر يصف فلاة:

تهلّ بالفرقد ركبانها
كما يهلّ الراكب المعتمر

و منه إهلال الصبيّ، واستهلاله: وهو صياحه عند ولادته، والمراد هنا: ما ذكر عليها اسم غير الله كاللات والعزّیٰ.(۱)

’’اهلال: کا معنی آواز بلند کرنا ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اس طرح آواز بلند کی۔ یعنی اپنی آواز کو اونچا کیا۔ کسی شاعر نے بنجر بیابان زمین کی تعریف یوں بیان کی ہے:

’’بنجر و ہموار زمین میں چلنے والے مسافروں نے زور سے آواز دی جیسے عمرہ کرنے والا سوار بآوازِ بلند تلبیہ کہتا ہے۔

اسی سے اهلال الصبی اور استهلال الصبی ہے، جس سے مراد عین پیدائش کے وقت بچہ کا بآواز بلند چیخنا ہے۔ یہاں اس آیت کا مطلب ہے کہ وہ جانور

(۱) شوکانی، فتح القدير الجامع بين فنى الرواية والدراية من علم التفسير، ۱:۱۶۹

جس پر غیر اللہ مثلاً لات وعزیٰ کا نام لیا گیا ہو۔‘‘

۶۔ تفسیر ابن کثیر

(وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ): أی ما ذبح فذکر علیه اسم غیر اللہ فهو حرام.(۱)

’’یعنی وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اللہ کے غیر کا نام لیا جائے پس ایسا جانور حرام ہے۔‘‘

علاوہ ازیں دیگر معروف تفاسیر میں بھی مفسرین کرام نے ﴿سورۃ البقرۃ، ۲: ۱۷۳ اور سورۃ المائدۃ، ۵: ۳﴾ کے تحت مذکورہ بالا تمام معروف معانی بیان کئے ہیں کسی ایک مفسر نے بھی ان آیات کی یہ تاویل نہیں کی جو عام طور پر معترضین کرتے اور ایصالِ ثواب کے عمل کو شرک سے منسلک کرتے ہیں۔ مزید تفصیل درج ذیل تفاسیر میں دیکھیے:

۱۔ ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ۵: ۱۴۰۷

۲۔ امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ۵: ۱۱

۳۔ ابن جوزی، تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر، ۱: ۱۷۵

۴۔ امام بغوی، معالم التنزیل، ۱: ۱۴۰

۵۔ امام خازن، تفسیر لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۱: ۱۱۹

۶۔ امام بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ۱: ۱۶۲

۷۔ علامہ زمخشری، تفسیر الکشاف، ۱: ۲۱۵

۸۔ امام نسفی، تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التأویل، ۱: ۱۱۰

۹۔ امام صاوی، تفسیر الصاوی، ۱: ۱۴۳

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۸

۱۰۔ امام جلال الدین سیوطی، تفسیر الدر المنثور، ۳: ۱۵

۱۱۔ أیضاً، تفسیر الجلالین

۱۲۔ امام آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۲: ۴۲

۱۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر المظہری، ۱: ۱۹۰

۱۴۔ علامہ عجیلی، تفسیر الجمل، ۱: ۲۰۷

۱۵۔ احمد مصطفیٰ، تفسیر المراغی، ۱: ۴۷

۱۶۔ ابن عادل الدمشقی، تفسیر اللباب فی علوم القرآن، ۷: ۱۸۸

۱۷۔ امام ابی سعود، تفسیر ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم، ۱: ۱۹۱

۱۸۔ ابن عجیبہ، تفسیر البحر المدید، ۲: ۱۴۲

أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ کی درست تفسیر

گزشتہ صفحات میں ہم نے اہلِ لغت، محدثینِ کرام اور مفسرینِ عظام کی آراء کی روشنی میں أُهِلَّ کا درست مفہوم تفصیل سے واضح کر دیا ہے۔ جس کے مطابق صرف وہ جانور حرام ہے جس پر عین ذبح کے وقت اللہ کے نام کی جگہ کسی دوسرے کا نام اس طرح لیا جائے کہ میں اس جانور کو فلاں بت یا شخص کے نام پر اس کے تقرب کے لئے ذبح کرتا ہوں۔ یہ عمل شرک ہوگا اور یہ ذبیحہ از روئے نص حرام ہوگا۔ لیکن اگر صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز کے لئے جانور خرید کر اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے نام پر ذبح کر دیا جائے اور اس کا ثواب کسی بزرگ یا اپنے عزیز رشتہ دار کے نام کر دیا جائے تو یہ عمل حرام اور شرک نہیں۔

لفظِ أَهِلَّةٌ سے استشہاد

ائمہ لغت اور محدثین و مفسرین نے اس کے معانی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ چاند دیکھتے ہی لوگ اچانک آواز بلند کرنے لگتے ہیں کہ ''وہ چاند ہو گیا''، بعد ازاں اسی

وجہ سے پہلی رات کے چاند کو ہِلال کا نام دیدیا گیا۔ ذیل میں ہم سورۃ البقرہ کی ایک اور آیت سے اس مفہوم کا استشہاد کرتے ہیں جس میں لفظ أَهِلَّةٌ سے مراد چاند ہی ہے جب کہ مفسرینِ کرام نے اس لفظ ''أَهِلَّةٌ' کے تحت اِہلال کے وہ تمام معروف و متداول معنی بیان کئے ہیں جن کا ذکر ہم نے پچھلے صفحات میں کر دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ط وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ص وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○[1]

''(اے حبیب) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیں یہ لوگوں کے لئے اور ماہِ حج (کے تعین) کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم (حالتِ احرام میں) گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی تو (ایسی الٹی رسموں کی بجائے) پرہیزگاری اختیار کرنا ہے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

خلاصۂ بحث

سابقہ صفحات پر مشتمل مکمل بحث کا لبِ لباب ذیل کے چار نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

- کسی خاص وقت میں کی گئی بات عام وقت میں کی گئی بات سے مختلف ہوتی ہے۔
- کسی خاص وقت میں آواز بلند کرنا عام وقت میں آواز بلند کرنے سے مختلف ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم کسی اور کی طرف منسوب کر

(۱) البقرة، ۲: ۱۸۹

دیتے ہیں مثلاً ہم کچھ چیزیں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں کی طرف کچھ چیزیں منسوب کی جاتی ہیں۔ چوں کہ یہ چیزیں کسی خاص وقت میں نہیں بلکہ عام وقت اور حالت میں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اس لئے اس پر حکم شرک نہیں لگایا جا سکتا۔

- ذبح ایک ایسا عمل ہے جو کہ ایک خاص وقت میں کیا جاتا ہے اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ اہلال ''رفع الصوت عند الذبح'' ''عین وقتِ ذبح جانور پر آواز بلند کرنے'' کو کہتے ہیں۔
- وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ سے مراد وہ جانور ہیں جن پر ذبح کے وقت اللہ کی بجائے غیراللہ کا نام لیا جائے۔ اس خاص موقع پر اللہ کی بجائے غیراللہ کا نام بلند کرنا شرک ہے اور ایسے جانور کا کھانا حرام ہے۔

۵۔ غیر اللہ کے نام پر بطور عبادت ذبح کرنا حرام ہے

مشرکین جب کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے تو ان کے اس عمل سے ان کا مقصود اپنے معبودانِ باطلہ کی عبادت، تعظیم و تکریم، ان کی رضا و خوشنودی اور تقرب کا حصول ہوتا تھا۔ لہٰذا ان آیات میں بطورِ خاص اس طرح کے عمل کو جو غیراللہ کے تقرب اور عبادت کے لئے ہو حرام ٹھہرایا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ قف وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ...... (۱)

''تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور (بہایا ہوا) خون اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ کر مرا ہوا (جانور) اور (دھار دار آلے کے بغیر

(۱) المائدۃ، ۵:۳

کسی چیز کی) ضرب سے مرا ہوا اور اوپر سے گر کر مرا ہوا اور (کسی جانور کے) سینگ مارنے سے مرا ہوا اور وہ (جانور) جسے درندے نے پھاڑ کھایا ہو سوائے اس کے جسے (مرنے سے پہلے) تم نے ذبح کر لیا، اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو۔‘‘

مفسرینِ کرام نے سورۃ المائدۃ کی آیت: ۳ کے تحت اس کی وضاحت کی ہے:

۱۔ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ ...... قال مجاهد و قتادة: كانت حول البيت ثلاثمائة وستون حجرًا منصوبة، كان أهل الجاهلية يعبدونها و يعظمونها و يذبحون لها، و ليست هي بأصنام إنما الأصنام هى المصورة المنقوشة، و قال الآخرون: هى الأصنام المنصوبة، و معناه: و ما ذُبح على اسم النصب، قال ابن زيد: و ما ذبح على النصب و ما أهل لغير الله به: هما واحد.[1]

’’امام مجاہد اور امام قتادہ کا قول ہے کہ بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ ان کی عبادت اور تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کیا کرتے تھے، وہ حقیقی بت نہیں تھے بلکہ صرف نقش و نگار والی تصاویر تھیں۔ بعض ائمہ کا قول ہے کہ یہ نصب شدہ بت تھے۔ اور اسکا معنی یہ ہے کہ وہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کے گئے ہوں۔ ابن زید کا قول ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ اور ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔‘‘

۲۔ قوله تعالى: ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ فى النصب قولان:

أحدهما: أنها أصنام تنصب، فتعبد من دون الله، قاله ابن عباس، و

(۱) بغوی، تفسیر معالم التنزیل، ۲: ۹

الفراء، و الزجاج، فعلی هذا القول یکون المعنی، و ما ذبح علی اسم النصب، وقیل: لأجلها.

و الثاني: أنها حجارة کانوا یذبحون علیها، و یشرحون اللحم علیها و یعظمونها، و هوقول ابن جریج.(۱)

’’اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ میں لفظ نُصُب کے بارے میں دو اقوال ہیں: ایک یہ کہ اس سے مراد نصب شدہ بت ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ، فراء اور زجاج کا یہی قول ہے۔ اس قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہوگا: جو جانور بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے، اور یہ بھی قول ہے کہ جو جانور ان بتوں کی رضا اور خوشنودی کے حصول کیلئے ذبح کیا جائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ”نُصُب“، وہ پتھر تھے جن پر مشرکین جانور ذبح کئے کرتے تھے اور ان پر گوشت کے ٹکڑے کرتے اور ان کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ یہ ابنِ جریج کا قول ہے۔‘‘

۳۔ **﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کانت لهم حجارة منصوبة حول البیت، یذبحون علیها و یشرحون اللحم علیها، یعظمونها بذلک و یتقربون به إلیها.**(۲)

’’﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں نے بیت اللہ کے اردگرد پتھر سے بنی ہوئی مورتیاں نصب کر رکھی تھیں اور تھان بنا رکھے تھے جن پر وہ جانور ذبح کرتے تھے اور گوشت کے ٹکڑے کرتے تھے، اس سبب سے وہ ان مورتیوں کی تعظیم کرتے اور ان کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔‘‘

(۱) ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ۲: ۲۸۳۔۲۸۴

(۲) زمخشری، الکشاف، ۱: ۶۰۳

۴۔ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ النصب واحد الأنصاب، و هی أحجار كانت منصوبة حول البيت يذبحون عليها و يعدون ذلک قربة. (۱)

''انصاب کا واحد نصب ہے اور ان سے مراد وہ پتھر ہیں جو بیت اللہ کے ارد گرد نصب تھے، مشرکین ان کے اوپر جانور ذبح کرتے اور اس عمل کو باعثِ تقرب سمجھتے تھے۔''

۵۔ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ كانت لهم حجارة منصوبة حول البيت يذبحون عليها يعظمونها بذلک و يتقربون إليها. (۲)

''خانہ کعبہ کے اردگرد مشرکین کے پتھر سے بنے بت نصب تھے جن پر وہ جانور ذبح کرتے تھے۔ اس کے باعث وہ ان کی تعظیم کرتے تھے اور (عملِ ذبح کے ذریعے) ان کا تقرب حاصل کرتے تھے۔''

۶۔ و أخرج الطستي في مسائله عن ابن عباس أن نافع بن الأزرق قال له:...... أخبرني عن قوله ﴿الأنصاب﴾ قال: الأنصاب الحجارة التي كانت العرب تعبدها من دون الله و تذبح لها. (۳)

''امام طستی نے مسائل میں نافع بن ازرق کے حوالے سے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے انصاب کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ان سے مراد وہ پتھر (کے بت) ہیں جن کی مشرکینِ عرب عبادت کرتے اور ان کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرتے۔''

۷۔ قال ابن جريج: كانت العرب تذبح بمكة و تنضح بالدم ما أقبل

(۱) بیضاوی، تفسیر البیضاوی، ۱:۴۱۰

(۲) نسفی، تفسیر القرآن الجلیل، ۱:۳۸۸

(۳) سیوطی، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، ۳:۱۶

من البيت، و يشرحون اللحم و يضعونه على الحجارة، فلما جاء الإسلام، قال المسلمون للنبي ﷺ: نحن أحق أن نعظم هذا البيت بهذه الأفعال، فكأنه عليه الصلاة و السلام لم يكره ذلك، فأنزل الله تعالى: ﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا﴾ و نزلت ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ المعنى: و النية فيها تعظيم النصب لا أن الذبح عليها غير جائز.[1]

’’ابنِ جریج نے کہا: مشرکینِ عرب مکہ مکرمہ میں جانور ذبح کرتے اور بیت اللہ کے سامنے خون چھڑکاتے، اور گوشت کے ٹکڑے کرکے اسے پتھروں کی مورتیوں پر رکھ دیتے۔ جب زمانۂ اسلام آیا تو مسلمانوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے خواہش کا اظہار کیا کہ بیت اللہ کے پاس اس طرح کے تعظیمی افعال کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ شاید حضور نبی اکرم ﷺ (ان کی) اس خواہش کو ناگوار نہ سمجھتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: ﴿ہرگز اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون﴾ اور یہ آیت بھی نازل فرمائی: ﴿اور (وہ جانور بھی حرام ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لئے مخصوص کی گئی قربان گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو﴾۔ اس کے ناجائز ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس طرح ذبح کرنے میں بتوں کی تعظیم کی نیت شامل ہے اس وجہ سے نہیں کہ یہاں مطلقاً ذبح ناجائز ہے۔‘‘

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۶:۵۷

۲۔ شوکانی، فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، ۲:۱۰

۶۔ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ اور وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب کے اطلاق میں فرق

اکثر لوگ (وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ) اور (وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبُ) کے معنی و مفہوم کو آپس میں خلط ملط کر دیتے ہیں درحقیقت ان دونوں کا اطلاق الگ الگ ہے۔

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب سے مراد باطل معبود کے لیے تھان یعنی مخصوص چبوترہ بنا کر ان کی خوشنودی و رضا کے لئے جانور ذبح کرنا ہے۔

اہلِ اسلام کا عمل اس تصور سے پاک ہے۔ وہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو نہ تو کفار و مشرکین کی طرح جانور کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور نہ ان کے مجسمے اور مورتیاں بنا کر عبادت کرتے ہیں۔

اسی طرح وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ سے مراد جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں بیان کر دیا یہ ہے کہ بوقتِ ذبح بلند آواز سے کسی کا نام لینا اس میں مخصوص مقام اور تھان کا تصور نہیں بلکہ کسی جگہ بھی جانور ذبح کر کے اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی اور تقرب کے لیے بطورِ عبادت اس کا نام لیا جائے یہ عمل شرک ہے۔

مسلمان جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں اور بوقتِ ذبح بصورتِ تکبیر صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں۔ اس لیے ایصالِ ثواب کے لیے ذبح کیے گئے جانور پر شرک کا اطلاق نہیں ہوتا۔

ائمہ تفسیر نے وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُب کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کفار و مشرکین کے اس مشرکانہ عمل اور مسلمانوں کے جائز اعمال میں بُعد المشرِقین ہے کیونکہ:

۱۔ کفار و مشرکین نے بتوں کی خوشنودی اور رضا کے لئے ذبح کے تھان بنائے تھے۔

۲۔ وہ تقرب اور عبادت کے لئے اپنے باطل معبود کی تعظیم میں ان تھانوں پر جانور ذبح کرتے تھے۔

۳۔ وہ ان جانوروں کا خون مورتیوں پر مل دیتے تھے اور گوشت کے ٹکڑے کر کے ان پر رکھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا یہ عمل شرک ٹھہرا۔

مسلمان جب کسی جانور کو ایصالِ ثواب کے لئے ذبح کرتے ہیں تو:

۱۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب ہی پیش نظر ہوتا ہے، ہرگز کسی غیر اللہ کا تقرب اور خوشنودی و رضا کا حصول مدنظر نہیں ہوتا۔

۲۔ وہ شرعی طریقے پر جانور ذبح کرتے ہیں اور یہ عمل بطورِ خیرات خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا ایصالِ ثواب اولیاء و صالحین اور مرحومین کے لئے ہوتا ہے اور گوشت پکا کر شرکاء و حاضرین اور فقراء و مساکین کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جانور کا گوشت فی نفسہٖ مرحومین کو پہنچتا ہے بلکہ اس عمل میں یہ عقیدہ کارفرما ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بندگی و عاجزی پہنچتی ہے جبکہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کو ہدیۂ ثواب پہنچتا ہے اور موجود و زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

۷۔ نذر و نیاز کے بارے میں صحیح عقیدہ

نذر و نیاز کے بارے میں درست اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور صرف اسی کے لئے جائز ہے۔ عرف عام میں اولیاء اللہ کے لئے نذر کا لفظ استعمال کئے جانے پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اس حوالے سے یہ ذہن نشین کر لیا جائے کہ اس سے مراد ان کے نام پر ہدیہ اور تحفہ پیش کرنا ہے جو کہ عبادت نہیں۔ بعض لوگ نذور اور ایصالِ ثواب کو آپس میں خلط ملط کرتے ہیں اور پھر ایصالِ ثواب کے جائز طریقوں کو بھی شرک اور ناجائز کہنے لگتے ہیں یہ تصور درست نہیں۔ ایصالِ ثواب ثابت شدہ شرعی طریقہ ہے کوئی چیز محض کسی بزرگ کی طرف منسوب کرنے سے حرام نہیں ہوتی جیسے بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر ''مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ'' سے تعبیر کر کے اس کا غلط اطلاق دوسری چیزوں پر کرتے ہیں۔ اِھلال کا معنی ''منسوب کرنا'' کسی طرح بھی ثابت نہیں۔

شرعی نذر اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے اور یہ شاملِ عبادت ہوتی ہے جبکہ اس کی نسبت اہل اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے آپ منت مان کر کھانا پکائیں یا کچھ اور کریں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی نذر ہو گی جبکہ اس کا ایصالِ ثواب حضور نبی اکرم ﷺ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی اور بزرگ کی طرف منسوب کرنا امرِ جائز ہے۔ یہ عمل شرک تب ہو گا جب کسی غیر کی خوشنودی کے لئے نذر مانی جائے۔

۸۔ نذر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے مانی جاتی ہے

نذر صدقہ کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اس میں عبادت، نیاز مندی، جھکنے اور غایتِ تعظیم کے معانی پائے جاتے ہیں۔ نذر کے بارے میں درست عقیدہ یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور صرف اسی کے لئے ماننا جائز ہے۔ اس لئے نذر شرعی نہ تو کسی رسول اور نبی کے لئے جائز ہے اور نہ ہی اولیاء وصلحاء کے لئے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ انبیاء و اولیاء کے لئے جو نذر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے وہ مجازی معنی میں ہوتا ہے حقیقی معنی میں نہیں۔ ان کے لئے جب نذر کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد نذر عرفی بمعنی ہدیہ، نذرانہ اور ایصالِ ثواب ہے جو انبیاء، اولیاء اور عام مسلمانوں کے لئے ہے اور یہ بہترین ہدیہ ہے۔ جس طرح قربانی، عبادت اور دعا، خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے اسی طرح ہم نذر اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کے لئے مانتے ہیں جب کہ اس کا فائدہ **اطعام الطعام** اور صدقہ و خیرات کی صورت میں غریب، مسکین، محتاج، مفلس، یتیم اور بے سہارا افراد کو پہنچاتے ہیں۔ قربانی کی حقیقت کے بارے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا:

لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط(۱)

’’ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔‘‘

قربانی کے اندر تقویٰ اور اخلاص کی نیت مضمر ہوتی ہے اور وہی اس کی روح ہے

(۱) الحج، ۲۲:۳۷

جبکہ گوشت سے ناداروں اور غریبوں کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ نذر خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے مگر اس کے ذریعے ثواب انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پہنچایا جاتا ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ اہلِ علم جب نذر کا لفظ استعمال کریں تو بہتر ہے کہ وہ اسے حقیقی معنی میں استعمال کریں۔ اگر وہ اس کو مجازی یا عرفی معنی میں استعمال کرنا چاہیں تو پھر درست عقیدے کی وضاحت بھی کر دیں تاکہ عوام میں کسی قسم کا مغالطہ اور عقیدے کا بگاڑ بوجہِ جہالت پیدا نہ ہونے پائے۔

۹۔ خیرات و صدقات اور عملِ صالح کی نذر ماننا شرک نہیں

کوئی عملِ صالح بطورِ نذر مانا جا سکتا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ جب ایک مرتبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما علیل ہوئے تو ان کے لئے بطورِ نذر روزے رکھے گئے اور حقداروں کو کھانا کھلایا گیا۔[۱]

یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ ہر عملِ صالح دوگونہ تعلق کا حامل ہے:

ایک تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس میں اس عمل کی نیت اور اس کے متعلق عقیدے کا اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونا ہے۔

اس عمل کا دوسرا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے مثلاً مزاراتِ اولیاء پر اظہارِ تعظیم کے لئے چادر چڑھانا جو شعائر اللہ ہونے کے باعث تعظیماً جائز عمل ہے۔ صاحبِ مزار کے ساتھ یہ تعلق اس امر کا مظہر ہے کہ اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا حصول مقصود ہے کہ اللہ والوں کے مزارات کی تعظیم شعائر اللہ سمجھ کر حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کی جاتی ہے۔

لہٰذا اگر کوئی گیارہویں شریف کی نذر مانتا ہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی گیارہویں دوں گا تو جان لیجئے کہ یہ صدقہ و خیرات ہی کی ایک صورت ہے۔ اس میں نیت کے ساتھ دعا ہو گی کہ مولیٰ کریم تیری رضا کے لئے یہ کھانا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۰: ۲۴۴

پکانا، قرآن پڑھنا پڑھانا تیرے حضور پیش کیا جاتا ہے اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما اور اس عمل سے جو ثواب ملے اسے میں جملہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بشمول شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ارواح کو بالخصوص تحفۃً پیش کرتا ہوں۔ پس اس دعا کے ساتھ ایصالِ ثواب کرنا شرک نہیں۔

۱۰۔ صدقات و خیرات ذرائع ایصالِ ثواب ہیں وَمَا أُهِلَّ لِغَیْرِ اللهِ بِهٖ میں شامل نہیں

صدقات اور خیرات پر اللہ کے محبوب و مقرب بندوں کا نام لینے سے وہ حرام نہیں ہوتے کیوں کہ نام لینے سے صرف ایصالِ ثواب مقصود ہوتا ہے لہٰذا خیرات و صدقات کا ایصالِ ثواب کے لئے دینا ’’وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ‘‘ میں شامل ہی نہیں۔ شرعاً یہ امر جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات کو کسی دوسرے کے نام منسوب کر دے۔ اس کی شرعی حیثیت واضح کرنے کے لئے تاجدار کائنات ﷺ کے ارشاداتِ مبارکہ میں سے چند ایک ذیل میں دیئے جا رہے ہیں تا کہ کسی کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کا مستند و معتبر جواز ثابت ہو جائے۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب موتِ الفَجْأَةِ البَغْتَةِ، ۱:۴۶۷، رقم: ۱۳۲۲
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وصول ثواب الصدقة عن المیت إلیه، ۲:۶۹۶، رقم: ۱۰۰۴
۳۔ ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فیمن مات وصية يتصدق عنه، ۳:۱۱۸، رقم: ۲۸۸۱

’’ایک آدمی نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقتِ نزع) گفتگو کرسکتی تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَکَ مَالًا وَلَمْ يُوْصِ. فَهَلْ يُکَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے مگر اس بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ (صدقہ کرنا) اس (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ مَخْرَفًا فَأُشْهِدُکَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا.

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلی الميت، ۳: ۱۲۵۴، رقم: ۱۶۳۰

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت، ۶: ۲۵۱، رقم: ۳۶۵۲

۳۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الوصايا، باب من مات و لم يوص هل يتصدق عنه، ۲: ۲۰۶، رقم: ۲۷۱۶

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۷۱، رقم: ۸۸۲۸

۵۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۴: ۱۲۳، رقم: ۲۴۹۸

وَ قَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَ بِهٖ: يَقُوْلُ أَهْلُ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ: لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَ الدُّعَاءُ.(۱)

''یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوچکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا وہ اسے کوئی نفع دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک باغ ہے آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔''

''امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور علماء کا یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں: میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔''

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ.(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذي، السنن، كتاب الزكاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في الصدقة عن الميت، ۳:۵۶، رقم: ۶۶۹

۲۔ ابوداود، السنن، كتاب الوصايا، باب ما جاء فيمن مات وصية يتصدق عنه، ۳:۱۱۸، رقم: ۲۸۸۲

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الوصايا، باب فضل الصدقة عن الميت، ۶:۲۵۲، رقم: ۳۶۵۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، ۳:۱۲۵۵، رقم: ۱۶۳۱

۲۔ ابوداود، السنن، كتاب الوصايا، باب ما جاء في الصدقة عن الميت، ۳:۱۱۷، رقم: ۲۸۸۰

۳۔ ابن ماجة، السنن، المقدمة، باب ثواب معلم الناس الخير، ۱:۸۸، رقم: ۲۳۹

۴۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱:۲۸، رقم: ۳۸

’’جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجر اسے برابر ملتا رہتا ہے): ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔‘‘

۵۔ امام سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت طاووس نے فرمایا:

إِنَّ الْمَوتَى يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ سَبْعًا، فَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُطْعِمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الْأَيَّامِ.

وَ قَالَ السُّيُوطِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (۱)

’’بے شک سات دن تک مردوں کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اس لئے لوگ ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب سمجھتے تھے۔‘‘

’’امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔‘‘

درج بالا روایات سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب اور صدقات و خیرات کے لئے کسی کے نام کی طرف نسبت شرعاً جائز بلکہ سنت ہے۔

۱۱۔ نیک عمل کا کسی کے نام انتساب جائز ہے

کوئی نیک عمل کر کے کسی کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا یا اس کے نام سے منسوب کرنا یہ از روئے شرع جائز اور باعثِ ثواب عمل ہے۔ نذر و نیاز، صدقہ و خیرات اعمال خیر میں سے ہیں اور جیسے ہر عمل خالصتاً اللہ کیلئے ہوتا ہے مگر جس بزرگ، شیخ، دوست یا عزیز کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا از روئے

(۱) ۱۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء، ۴: ۱۱

۲۔ سیوطی، الدیباج علی صحیح مسلم، ۲: ۴۹۱، رقم: ۹۰۵

۳۔ سیوطی، شرح علی سنن النسائی، ۴: ۱۰۴

شرع جائز اور درست ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) کسی کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

۶۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے بصرہ کی ایک بستی اُبُلَّہ سے آئے ہوئے حاجیوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد عَشَّار میں دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھ کر میری طرف منسوب کرے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ، فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا: اِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ؟ فَقُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ اَنْ يُصَلِّيَ لِيْ فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ اَرْبَعًا، وَ يَقُوْلُ هٰذِهٖ لِأَبِيْ هُرَيْرَةَ. سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ. (۱)

''ابراہیم بن صالح بن درھم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے فرمایا: ہم حج کرنے حرم کعبہ گئے تو ایک آدمی نے ہم سے دریافت کیا: کیا تمہارے علاقے میں ''اُبُلّۃ'' نام کی کوئی بستی ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہاں۔ اُس نے کہا: تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ''مسجدِ عَشَّار'' میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھنے کے بعد کہے: ان رکعتوں کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے۔ میں نے اپنے خلیل حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔''

(۱) ۱۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرة، ۴:۱۱۳، رقم: ۴۳۰۸۔

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳:۴۷۹، رقم: ۴۱۱۵

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ ایصالِ ثواب کرنا امرِ جائز ہے۔

۲۔ اپنے نیک عمل کو کسی کی طرف منسوب کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ایک جائز عمل ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

(۲) کسی کی طرف سے روزے رکھنا

۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ. (۱)

’’بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔‘‘

۸۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الصوم، باب من مات وعليه صوم، ۲:۶۹۰، رقم: ۱۸۵۱

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ۲:۸۰۳، رقم: ۱۱۴۷

۳۔ أبوداؤد، السنن، كتاب: الصوم، باب: فيمن مات و عليه صيام، ۲:۳۱۵، رقم: ۲۴۰۰

(۲) ۱۔ أبوداود، السنن، كتاب الصيام، باب فيمن مات وعليه صيام، ۲:۳۱۵، رقم: ۲۴۰۰، ۲۴۰۱

۲۔ دار قطنی، السنن، ۲: ۱۹۴، رقم: ۷۹۔ ۸۰

۳۔ ابن ابی شيبه، المصنف، ۳:۱۱۳، رقم: ۱۲۵۹۸

وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ.(۲)

’’اگر اس (فوت ہونے والے) پر کسی نذر کا پورا کرنا باقی ہو (جو اس نے مانی تھی) تو وہ اس کی طرف سے اس کا ولی پوری کرے۔‘‘

۹۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ، فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ، أَكُنْتِ تَقْضِيْنَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.

وَ فِي رِوَايَةٍ: فَقَالَتْ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ.(۱)

’’میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے وہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرض ادا کئے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔‘‘

’’اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اس نے عرض کیا: میری بہن فوت ہوگئی ہے اور اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے واجب ہیں۔‘‘

(۳) کسی کی طرف سے حج ادا کرنا

۱۰۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نے حضور

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، ۲:۸۰۴، رقم: ۱۱۴۸

۲۔ ابن ماجۃ، السنن، کتاب الصیام، باب من مات و علیه صیام من نذر، ۱:۵۵۹، رقم: ۱۷۵۸

۳۔ نسائی، السنن الکبری، ۲:۱۷۳۔۱۷۴، رقم: ۲۹۱۲۔۲۹۱۵

نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ، أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللهَ، فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ. (۱)

''میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ فوت ہوگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرو، کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے وفاء کی جائے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی کے فوت شدہ عمل کی بعد از وفات ادائیگی کو جائز قرار دیا۔ آپ ﷺ نے یہ دلیل بھی عطا کر دی کہ زندگی میں جس طرح کوئی کسی کی طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض ادا ہو جاتا ہے تو اسی طرح بعد از وفات بھی اگر کوئی کسی کے لئے نیک عمل مثلاً حج کرے گا تو وہ مرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

۱۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَ إِنَّهَا مَاتَتْ. قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ. وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ. قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإحصار وجزاء الصید، باب الحج و النذور عن المیت، وَ الرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ، ۲: ۶۵۶، رقم: ۱۷۵۴
۲۔ نسائی، السنن، کتاب مناسك الحج، باب الحج عن المیت الذي نذر أن یحج، ۵: ۱۱۶، رقم: ۲۶۳۲
۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۴: ۳۴۶، رقم: ۳۰۴۱

عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُوْمِي عَنْهَا. قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّي عَنْهَا.

وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.(۱)

’’میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں ثواب مل گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں لوٹا دی ہے۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (باقی) تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج کبھی نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو۔‘‘

’’امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔‘‘

۱۲۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان فرماتے ہوئے تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كُتِبَ لَهُ عِتْقًا مِنَ النَّارِ.(۲)

’’جس نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کیا تو اس

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصيام، باب قضاء الصيام عن الميت، ۲: ۸۰۵، رقم: ۱۱۴۹
۲۔ ترمذی، السنن، كتاب الزكاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في الْمُتَصَدِّقِ يَرِثُ صَدَقَتَهُ، ۳: ۵۴، رقم: ۶۶۷
۳۔ نسائی، السنن الكبریٰ، ۴: ۶۶۔۶۷، رقم: ۶۳۱۴۔۶۳۱۶

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإيمان، ۶: ۲۰۵، رقم: ۷۹۱۲
۲۔ سیوطی، شرح الصدور: ۱۲۹

کے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھ دی جائے گی۔‘‘

یہ بہت بڑی صلہ رحمی اور خدمت کی انجام دہی ہے کہ اولاد، والدین کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرے، اس کے علاوہ وہ دیگر صدقات وغیرہ بھی والدین کی طرف سے ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ذات ہے اس نے اپنے بندوں کی بخشش ومغفرت کے لئے کئی طریقے عطا فرمائے ہیں جن میں میت کی طرف سے حج کرنا اور صدقات و خیرات وغیرہا جیسے اعمالِ صالحہ کرنا شامل ہیں۔

(۴) کسی کی طرف پانی کا کنواں برائے ایصالِ ثواب منسوب کرنا

۱۳۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئی تو انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ. فَتِلْکَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ. (۱)

’’یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کونسا صدقہ بہتر رہے گا؟ فرمایا: پانی پلانا۔‘‘ پس مدینہ منورہ میں یہ سعد کی پانی کی سبیل ہے۔‘‘

۱۴۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الوصايا، باب ذکر الاختلاف علی سفيان، ۶:۲۵۴۔۲۵۵، رقم: ۳۶۶۲۔۳۶۶۶

۲۔ ابن ماجة، السنن، کتاب الأدب، باب فضل صدقة الماء، ۲:۱۲۱۴، رقم: ۳۶۸۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۲۸۴، رقم: ۲۲۵۱۲

یَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْمَاءُ، قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَ قَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ. (۱)

’’یا رسول اللہ! امّ سعد کا انتقال ہوگیا ہے۔ سو (اس کے ایصالِ ثواب کے لئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔‘‘

’’پس انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا: یہ امّ سعد کا کنواں ہے۔‘‘

کنواں کھدوانے کا حکم حضور نبی اکرم ﷺ نے اس لئے دیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی جس کے باعث مسلمانوں کو میٹھا پانی پینے کے لئے دستیاب نہیں تھا۔ وہ مشقت برداشت کرتے ہوئے میلوں کا سفر کر کے چھوٹی چھوٹی مشکیں پانی بھر کے لاتے۔ اس دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے میٹھے پانی کا ایک کنواں خرید کر وقف کر دیا جس سے مسلمانوں کو آسانی ہوگئی۔ اس حدیث میں بھی اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور امّ سعد کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کئے گئے کنوئیں کے سبب مسلمانوں کی اس مشکل کو حل کیا گیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنے والی ہے کہ امّ سعد کا انتقال ہو چکنے کے بعد حضور ﷺ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پانی فراہم کا مشورہ دے رہے ہیں۔ جس کے باعث حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں ان کے لئے وقف کر دیا جو ’’فَتِلْکَ سِقَایَةُ سَعْدٍ یا هَذِهِ (أی البئر) لِأُمِّ سَعْدٍ‘‘ (امّ سعد کا کنواں) کے نام سے مشہور ہوگیا۔ واضح رہے کہ اس کنوئیں سمیت تمام پانیوں کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کی ذات ہے مگر اسے غیر اللہ سے منسوب کیا جا رہا ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اپنی روایات میں فرما رہے ہیں کہ وہ امّ سعد

(۱) ۱۔ ابوداود، السنن، کتاب الزکاة، باب فی فضل سقي الماء، ۲: ۱۳۰، رقم: ۱۶۸۱

۲۔ منذری، الترغیب و الترهیب، ۲: ۴۱، رقم: ۱۴۲۴

۳۔ خطیب تبریزی، مشکاة المصابیح، کتاب الزکاة، باب فضل الصدقة، ۱: ۳۶۲، رقم: ۱۹۱۲

کے نام سے مشہور ہوا۔

● قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس کنوئیں کا امّ سعد کے نام سے معروف ہونا یا کرنا ان کی وفات کے بعد ہوا۔ کیا اس کنوئیں کو غیر اللہ سے منسوب کرنے کے باعث صحابہ کرام اور تابعین (معاذ اللہ) مشرکین ہوگئے؟ اور (نعوذ باللہ من ذالک) کیا اس میں سے پانی پینا حرام ہوگیا؟ جیسا کہ معترضین نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! نہ ہی کسی صحابی اور تابعی نے شرک کیا اور نہ ہی کا پانی حرام ہوا بلکہ وہ ایسا طیب و پاکیزہ تھا جس طرح کا آج میسر نہیں۔

● ان احادیثِ مبارکہ سے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ سے یہ درس ملتا ہے کہ وہ مسلمان جن کے والدین، بزرگ، عزیز و اقارب اور دوست احباب وفات پا چکے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ بعداز وصال ان کو یاد رکھیں اور ان کی اخروی زندگی بہتر بنانے کا ساماں فراہم کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ایصالِ ثواب کی صورت میں ہی نبھائی جا سکتی ہے۔

● یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ نذر اور ایصالِ ثواب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ نذر اور نیاز صرف اللہ تعالی کے لئے ہے جب کہ ایصالِ ثواب کسی بزرگ اور عام مسلمانوں کے لئے جو اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں۔ عرفِ عام میں کسی بزرگ کے نام نذر و نیاز منسوب کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنا یہ عمل تحفۃً اور ہدیۃً ان کے ثواب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

www.MinhajBooks.com

نذر میں شرک کا وقوع کب ہوتا ہے؟

نذر میں شرک تب ہوگا جب اس کا حق باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کیا جائے جیسا کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے

مقابلے میں اپنے کھیتوں اور فصلوں کی پیداوار کا حصہ اسی طرح مقرر کرتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال اور فصلوں میں زکوٰۃ وعشر کے حصے مقرر فرمانے کا حکم دیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَاۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ○(۱)

’’انہوں نے اللہ کے لئے انہی (چیزوں) میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا فرمایا ہے پھر اپنے گمانِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے (خودساختہ) شریکوں کے لئے ہے۔ پھر جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ کے لئے ہے تو وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے (وہ) کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔‘‘

یاد رہے کہ مشرکین کا یہ عمل (شرک فی النذر) بتوں اور اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ہوتا تھا لیکن اگر یہی عمل بتوں کی بجائے کسی بزرگ ہستی کے لئے اسی عقیدے کے ساتھ روا رکھا جائے تبھی یہ عمل شرک ہوگا ورنہ نہیں بلکہ اس کے برعکس جب نذر اللہ کی مانی جائے مگر اس کا ثواب انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پہنچایا جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں کیونکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت کی بخشش وعطا کا حصول ہے وہ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق و مہربان ہے اس کے عفو و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور وہ اپنی مخلوق کے لئے رحیم و کریم ہے۔ ربِّ کائنات تو معمولی سے معمولی قربانی کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک دانہ کے بدلے میں سات سو دانے عطا فرماتا ہے۔ جب ایک عمل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نذر کرکے اس کا ثواب کسی کو پہنچایا جائے تو وہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی عطا کرے گا اور اسے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں جابجا ایصالِ ثواب کی تلقین فرمائی۔

(۱) الانعام، ۶:۱۳۶

۱۲۔ مطلقاً تقرب اِلی الغیر شرک نہیں ہے

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کفر و شرک کا مدار عبادت کے اعتقاد پر ہے۔ اس کے بغیر عقیدۃً وعملاً شرک واقع نہیں ہوسکتا اگر عملِ ذبح فی نفسہٖ تقرّب إلی الغیر کی نیت سے ہو تو یہ عبادت بن جائے گا اور داخلِ شرک ہوگا۔ اس اعتقاد کی نہ اجازت ہے اور نہ کوئی کلمہ گو مسلمان اس عقیدے کا حامل ہے۔

ائمہ حدیث وتفسیر کی آراء سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ذبیحہ کی حرمت کا بنیادی سبب اُس تقرّب کو قرار دیا گیا ہے جو تقرّب بذریعہ عبادت ہو جبکہ مطلق تقرب إلی الغیر شرک نہیں۔ اگر مطلقاً تقرّب الی الغیر کو شرک کہا جائے تو پھر تمام ذوی القربیٰ اللہ تعالیٰ کے شریک قرار پاتے ہیں۔ ان کو ذوی القربیٰ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ ان سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس قرابت کے برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ مطلق تقرّب إلی الغیر کو شرک سمجھ لیا جائے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے ایسے تمام احکام باطل اور ساقط قرار پائیں گے جن میں مودت فی القربیٰ کے لئے ترغیبات وارد ہوئی ہیں نیز وہ آیات جن میں حضور ﷺ کے اقرباء سے محبت ومودت کا حکم موجود ہے مثلاً ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط[۱]

”فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پرتم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت وقربت سے محبت (چاہتا ہوں)۔“

اِس لئے ماننا پڑے گا کہ مطلقاً تقرّب إلی الغیر شرک نہیں بلکہ ایسا تقرب شرک ہے جو بطور عبادت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے اُمت نے مسلمانوں سے متعلق ایسے معاملات میں بدگمانی سے منع کیا ہے، صاحبِ درالمختار فرماتے ہیں:

إنا لا نسیٔ الظنّ بالمسلم أنه یتقرب إلی الآدمی بھذا النحر.[۲]

(۱) الشوریٰ، ۴۲:۲۳

(۲) حصکفی، الدرالمختار، ۶: ۳۱۰

’’ہم کسی مسلمان کے بارے میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اِس فعل ذبح کے ذریعہ کسی شخص کا تقرب (بطورِ عبادت) چاہتا ہے۔‘‘

علامہ ابنِ عابدین الشامیؒ نے علامہ حصکفی کی اسی عبارت (أنه یتقرب إلی الآدمی) کی شرح کرتے ہوئے تقرب کو بطور عبادت تصریحاً کفر بیان کیا ہے:

أی علی وجه العبادة لأنه المکفر وهذا بعید من حال المسلم. (۱)

’’یعنی (کسی بھی انسان کا تقرب جو) بطور عبادت ہو (وہ کفر ہوتا ہے) کیونکہ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔‘‘

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو لوگ مطلقاً تقرب اِلی اللہ کے لئے وسیلہ اور ذریعہ کی بھی نفی ثابت کرتے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ کفار اپنے ان بتوں کو فقط ’’تقرب اِلی اللہ‘‘ کا ذریعہ نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے آگے سربسجود ہوتے، انہیں معبود سمجھ کر ان کی پوجا بھی کرتے اور ان کے لئے جانوروں کا نذرانہ بھی عبادت کی نیت سے پیش کرتے جیسا کہ آیتِ کریمہ کے الفاظ ’مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى‘ (۲) ’’ہم اُن کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرّب بنا دیں۔‘‘ سے عیاں ہے۔

اس کے برعکس کوئی ادنیٰ مؤمن بھی انبیاء اور اولیاء کو معبود سمجھتے ہوئے انہیں وسیلہ اور ذریعہ نہیں بناتا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ادنیٰ ترین غلام بھی آپ ﷺ کے عبد اور عابد ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے نہ کے معبود ہونے کا۔ یہی وہ بنیادی عقیدہ ہے جو ایک مؤمن و کافر، توحید پرست و بت پرست اور موحد و مشرک کے درمیان واضح حدِ فاصل قائم کرتا ہے۔ اسی نکتۂ آغاز سے سے دو راہیں نکلتی ہیں ایک صراط إلی اللہ اور دخول فی الجنة کا باعث بنتی ہے اور دوسری طریق إلی الشیطان اور دخول فی النار کا سبب قرار پاتی ہے۔ ان دو بالکل ہی مختلف راہوں پر چلنے والوں کو ایک ہی راہ کا مسافر سمجھنا ہرگز درست نہیں۔ کفار کے اس خود ساختہ تصور اور باطل نظریے کا قرآن نے بطلان فرما دیا ہے کہ اگر

(۱) ابن عابدین، ردالمحتار علی الدر المختار، ۶: ۳۱۰

(۲) الزمر، ۳۹: ۳

وہ اصنام واوثان کو محض سفارشی سمجھتے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف قربت ونزدیکی کا ذریعہ گردانتے تو پھر معبودِ حقیقی پر اپنے بتوں کو ترجیح نہ دیتے اور نہ اپنے بتوں کی گالی کا بدلہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ شان میں دشنام طرازی سے لیتے اگر کفار و مشرکین کو اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی لگاؤ اور پیار تھا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کیوں کرتے تھے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰیO عَبْدًا اِذَا صَلّٰیO[1]

’’کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہےo (اللہ کے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہےo‘‘

اسی طرح اگر کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ ہی کو مستقل مؤثر و مدبر اور متصرفِ حقیقی سمجھتے تھے تو انہوں نے یہ کیوں کہا؟

وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ج[2]

’’اور ہمیں زمانے کے (حالات و واقعات کے) سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔‘‘

لہٰذا ’’شُفَعَاءُنَا عِنْدَ اللهِ اور یُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللهِ زُلْفٰی‘‘ کی بنیاد پر جمہور امت پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا جہالت اور زیادتی ہے۔ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے، ان کے لئے عبادت کی نیت سے نذر پیش کرتے تھے۔ چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل ہدایت کا وسیلہ و واسطہ اور ذریعہ ہیں اور روزِ قیامت شفیع ہوں گے لہٰذا جب ہم اپنے معبودوں کے لئے شفیع اور قرب جیسے الفاظ استعمال کریں گے تو شاید مسلمان ان کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کریں۔ پس قرآن حکیم نے واضح طور پر بتا دیا کہ ایک جائز دلیل کو بنیاد بنا کر کسی بت کو قربت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اُس کی پوجا پاٹ شروع کر دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کفار کا یہ عمل صراحتًا شرک ہے۔ ان کی اس روشِ بد کا قیاس، ایمان والوں کی انبیاء و اولیاء سے

(۱) العلق، ۹۶: ۹۔۱۰

(۲) الجاثیۃ، ۴۵: ۲۴

پاکیزہ عقیدت و محبت اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش، شفاعت یا استعانت کا ذریعہ بنانے پرنہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایک مؤمن اور کافر کے درمیان اس بنیادی فرق کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے تاکہ ایمان و کفر اور توحید و شرک کے درمیان تمیز اور فاصلہ قائم رہے۔

۱۳۔ ذبیحہ کے ذریعے ایصالِ ثواب کا تصور

ہمارے ہاں جو جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں خواہ وہ صدقات و خیرات کی غرض سے ہوں، ولیمہ وعقیقہ کی غرض سے یا عام دعوت واطعام کی غرض سے، شادی اور اجتماع کا موقع ہو یا عید، عرس اور میلاد کا، کبھی بھی عملِ ذبح جسے اہراق الدم یعنی خون بہانے کا عمل کہتے ہیں **تقرّب إلی الغیر** کی نیت سے نہیں کیا جاتا۔ عملِ ذبح ہمیشہ خالصۃً **لِوَجْہِ اللهِ** یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور **عبادۃً ِللهِ** یعنی اللہ کی عبادت کے لئے ہوتا ہے اور **باِسم اللهِ** یعنی اللہ کے نام پر ہوتا ہے یہی عملِ ذبح اور إہلال کہلاتا ہے اور یہی عبادت بنتا ہے، اس میں کسی غیر کو شریک کر لیں یا اسے غیر کے تقرب کے لئے مخصوص کر دیں تو شرک ہو جائے گا۔ اگر اس میں توحید اور خالصیت برقرار رہی تو قبل ازاں یا بعد ازاں اس کا مقصد و مصرف جو بھی تھا وہ شرک نہیں بن سکتا۔ مثلاً کسی نے جانور اپنی شادی اور ولیمہ کے لئے خریدے تھے، کسی نے احباب اور اقارب کی دعوت اور مہمانداری کے لئے، کسی نے اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لئے، کسی نے حضور نبی اکرم ﷺ کے طعامِ میلاد کے لئے اور کسی نے اولیاء و صالحین کے ختم اور عرس کے لئے تو ان میں سے کوئی سبب بھی مانعِ توحید اور باعثِ شرک نہیں ہے۔ جس نے بھی اطعامِ طعام یعنی کھانا کھلانے میں اعتقاد سنتِ نبوی ﷺ کا رکھا، اسے بھی ثواب حاصل ہوگا اور جس نے صدقہ و خیرات کا رکھا اسے بھی ثواب حاصل ہوگا، اب یہ اس کی مرضی ہے چاہے ثواب اپنے لئے رکھے یا اولیاء و صالحین کے لئے ہدیہ وتحفہ کر دے یا حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کے لئے اس ثواب کے ہدیہ وتحفہ کرنے کو **ایصالِ ثواب** کہتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی دعا اور درخواست بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کی جاتی ہے۔ کہ ’’یا اللہ اِس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو میری طرف سے ہدیۃً عطا فرما دے‘‘۔ اس لئے اس میں شرک کا شائبہ پیدا کرنا سوائے لاعلمی اور جہالت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ عمل کثرت کے ساتھ احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ ایصالِ ثواب میں نہ کسی غیر کی عبادت کا شائبہ و امکان ہے، نہ غیر کے لئے ذبحِ مطلق ہے، نہ ذبحِ تقرب ہے اور نہ ذبحِ تعظیم۔ ہاں اگر ایصالِ ثواب میں آرزوئے قرب ہو تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ مطلقاً صالحین کی محبت، اُن کا قرب وصحبت اور ان کی زیارت و مجالست، یہ سب کچھ شریعت میں نہ صرف مطلوب اور مستحسن ہے بلکہ احادیثِ نبوی ﷺ میں انکا صریح حکم اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔

جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے

بعض لوگ اِس باب میں ایک اور مغالطہ پیدا کرتے ہیں کہ ذبح سے مقصود غیر اللہ کو گوشت پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ کو جانور کی جان پیش کرنا ہوتی ہے۔ ایسا کرنا عہدِ جاہلیت کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ کفار ومشرکین بھی اسی طرح بتوں کو جانوروں کی رُوح بھینٹ چڑھاتے تھے، چونکہ مسلمانوں کا ایصالِ ثواب بھی اِسی کے مشابہ ہے لہٰذا یہ شرک ہے؟ یہ ایک لغو اور بے حقیقت اعتراض ہے اور صریحاً غلط فہمی ہے۔

۱۔ اس لغو سوال کا جواب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ یوں دیتے ہیں:

وکنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نثار کردن درست نیست۔ و ماکولات و مشروبات ودیگر اموال را نیز اگرچہ از راہِ تقرب لِغیر اللہ دادن حرام و شرك است اما ثواب آں چیزھا را کہ عائد بر دھندہ مے شود از آن غیر ساختن جائز است۔ زیرا کہ ایشان را مے رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشند چنانچہ مے رسد

که مالِ خود را بغیر خود بدهد و جانِ جانور مملوك آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید۔ و نیز دادن مال ازیں جهت مستوجب ثواب است که آدمیان بوئے منتفع مے شوند، وچوں مرده ها بعد از مفارقت ازیں جہاں قابل انتفاع بعین مال نمانده اند طریقِ نفع رسانیدن آنہا در شرع چنین قرار یافت که ثواب اموال را بمتسحقان برسانند بآنہا عائد سازند۔ و جانِ جانور اصلاً قابلِ انتفاع نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتقاع نباشد۔ آرے اضحیه از طرف مرده کردن در حدیث صحیح آمده است لیکن معینش همیں است که دادن جان برائے خدا و ثوابے که دارد بآں مرده بخشیده شود نه آنکه ذبح برائے مرده کرده آید۔[1]

’’اِس مسئلہ کی اصل حقیقت اور روح یہ ہے کہ جان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لئے قربان کرنا درست نہیں ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور دوسرے اموال کی نذر بھی اگرچہ تقربًا غیر اللہ کے لئے کرنا حرام اور شرک ہے لیکن اِن اشیاء کے دینے پر ثواب غیر اللہ کو ارسال کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح کہ کسی شخص کے ذاتی عمل کا ثواب بغیر بخشے دوسروں کو نہیں ملتا، اسی طرح ذاتی مال میں سے کسی کو دیئے بغیر کوئی کسی کا مال نہیں پا سکتا تو جانور کی جان کا مالک تو اِنسان بھی نہیں ہے وہ اسے کسی دوسرے کو کیسے دے سکتا ہے؟ نیز مال اس نیت سے دینا کہ کہ لوگ اِس سے نفع حاصل کریں باعثِ ثواب ہوتا ہے اور جب فوت شدہ لوگ مال سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تو شریعت نے اُس مال کا ثواب ارسال کرنے کا طریقہ اور ذریعہ مقرر کیا ہے تا کہ مرحومین اُس مال سے نفع حاصل

(۱) شاه عبد العزیز، فتاویٰ عزیزی، ۱:۵۶

کریں۔ جانور کی جان دینے سے کسی شخص کو حقیقۃً جب حیاتِ دُنیوی میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد کسی شخص کو جانور کی جان دینے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ تاہم فوت شدہ لوگوں کی طرف سے قربانی کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن اِس کا مطلب یہی ہے کہ جان اللہ جل جلالہ کے لئے دی جائے اور اُس عمل کا ثواب فوت شدہ لوگوں کو پہنچایا جائے۔ نہ یہ کہ ذبح اس فوت شدہ شخص کے لئے کیا جائے۔‘‘

مذکورہ بالا فتویٰ سے یہ بات عیاں ہوئی کہ مقربین و صالحین کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد اور مشہور کئے جاتے ہیں عقلاً، نقلاً و شرعاً حلال ہیں اور یہی صحیح عقیدہ ہے۔ اِس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

۲۔ نذر اور ایصالِ ثواب کے باہمی تعلق کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونذر اولیاء کہ برائے قضاء حوائج معمول و مرسوم است۔ اکثر فقہاء بحقیقت آں پے نبردہ اند و آنرا بر نذر خدا قیاس کردہ حکم مردود برآوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل و اگر برائے خدا است و ذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است۔ لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب اطعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است۔ مثل ما ورد فی الصحیحین من حال اُم سعد و غیرھا دریں نظر مستلزم مے شود۔ پس حاصل ایں نذر آنست کہ آں نسبت مثلاً: أھدأ ثواب ھذا القدر إلی روح فلان۔ و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور است نہ برائے

مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی میباشد از اقارب و خدمۂ۔ **وهم طريقان وأمثال ذالک**۔ وهمین است مقصود نذر کنندگان بلا شبه و **حکمه: أنه صحيح يجب الوفاء به لانهٔ قربة معتبرة فی الشرع**. آرے اگر آں ولی را حلالِ مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد مے کنند ایں عقیدہ او منجر شرك وفساد مے گردد۔ و لیکن ایں عقیدہ چیز دیگر است و نذر چیزے دیگر۔ (۱)

''اولیاء اللہ و صالحین کے لئے جو نذر عوام میں مشہور و معروف اور معمول بہ ہے اکثر فقہاء اُس کی اصل حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور اُنہوں نے اس کو نذرِ باری تعالیٰ پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ نذر بالاستقلال اُس ولی کے لئے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر برائے مصرف کے ہو تو جائز ہے۔ لیکن اِس نذر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کے ثواب کا میت کو تحفہ بھیجنا سنتِ نبوی ﷺ ہے اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اُمِ سعد رضی اللہ عنہ وغیرھا کے حوالے سے حدیث بیان ہوئی ہے، اس نذر میں بھی اِسی ثواب کا پہنچانا مستلزم ہے۔ لہٰذا اِس نذر کا حاصل و خلاصہ یہ ہے کہ اس میں یوں نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: میں اِس مقدار کے ثواب کو فلاں رُوح کو ہدیہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر نذر کے عمل کو متعین کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ برائے مصرف، کیونکہ اُس ولی اللہ کے متوسلین کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس کے اقارب و خدام وغیرہ ہوتے ہیں۔ لوگ دونوں طریقوں پر ہیں اور اس کی مثالیں موجود ہیں۔ بلاشبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اِس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اِس نذر کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ

(۱) شاہ عبد العزیز، فتاویٰ عزیزی، ۱: ۱۲۱-۱۲۲

یہ شریعت میں معتبر قربت کی حیثیت ہے۔ البتہ اس ولی کے حقیقی مشکل کشا کا اعتقاد کرنا یا شفیع غالب کا اعتقاد کرنا غلط ہے اور یہ عقیدہ شرک وفساد کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا اور چیز ہے جبکہ نذر اور چیز ہے۔‘‘

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے اِس فتویٰ سے صلحاء و اولیاء کے نام کیے گئے جانوروں کی حرمت کی مندرجہ ذیل وجوہ عیاں ہوئیں:

۱۔ نذر ماننے والا صلحاء و اولیاء کی نذر بقصدِ عبادت کرے تب حرام یا شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

۲۔ جانوروں کی جانوں اور رُوحوں کو اولیاء اللہ کی بھینٹ چڑھانے کی نیت سے کیا جائے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

۳۔ نذر ماننے والا صلحاء و اولیاء اللہ کے لئے مستقل بالذات متصرف یا نافع وضار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ذبح کرے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کوئی بھی صحیح العقیدہ شخص بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر مانے ہوئے جانوروں کے ذبح میں مذکورہ بالا تینوں نیتوں یا عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی قصد نہیں کرتا بلکہ صرف اور صرف ایصالِ ثواب کی خاطر جانوروں کو انبیاء و اولیاء اور صالحین و مرحومین کے لئے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقتاً اور عبادۃً نذر اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے مگر اِس کا ثواب اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اِس صورت میں نذر یوں مانی جاتی ہے۔

’’یا الٰہی اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں نذر مانتا ہوں کہ فلاں جانور تیری رضا کے لئے ذبح کروں گا اور اِس نذر کا ثواب فلاں بزرگ کی رُوح کو پیش کروں گا۔‘‘ ایسی نذر ماننا شرعاً ہر اعتبار سے جائز ہے اور اِس کے جواز میں کسی محدث، فقیہ اور مفسر کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لفظِ ''نذر'' کی تین جہات

حقیقت یہ ہے کہ لفظِ ''نذر'' کے استعمال کے تین معنی اور تین جہات ہیں:

۱۔ **ایک بطور عبادت و خیرات** یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس معنی میں نذر اور نیاز کبھی بھی غیر کی طرف منسوب نہیں کی جاتی۔

۲۔ **دوسری بطور ایصالِ ثواب** یہ اولیاء و صالحین اور مرحومین کے لئے ہوتی ہے اس معنی میں نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو ہی نہیں سکتی یہ مخلوق اور مرحومین ہی کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات سراسر ناجائز بلکہ کفر ہے۔

۳۔ **تیسری بطور اطعامِ طعام** اسے لنگر یا کھانا کہا جاسکتا ہے۔ یہ مہمانوں کے لئے ہے یا شرکاء و حاضرین اور فقراء و مساکین کے لئے۔ یہ کھانا فی نفسہٖ نہ تو اللہ تعالیٰ کو جاتا ہے اور نہ مرحومین کو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیتِ عبادت و تقرب اور بندگی و عاجزی بربنائے تقویٰ کی جاتی ہے، اولیاء و صالحین اور مرحومین کو ہدیۂ ثواب جاتا ہے اور موجود و زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

نذر کے ہر معنی کی نسبت اور جہت بھی جدا ہے اور مصرف بھی جدا ہے لہٰذا اس فرق کو سمجھے بغیر جن علماء نے اس پر فتویٰ زنی کی ہے انہوں نے ناجائز طور پر خلطِ مبحث میں مسلمانوں کو اُلجھایا ہے اور امت میں انتشارِ فکری کا باعث بنے ہیں۔

۱۴۔ نذر کو اولیاء کرام کی طرف مجازاً منسوب کرنا جائز ہے

نذر کو اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً منسوب کرنا جائز ہے، اِس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بذاتِ خود نقل کردہ دو واقعات درج ذیل ہیں۔

۱۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ کی کرامات کے باب میں لکھتے ہیں:

حضرت ایشاں میفرمودند فرهاد بیگ را مشکلے پیش آمد۔ نذر کرد بار خدایا اگر ایں مشکل برآمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں هدیه برم، آن مشکل مندفع شود، وآں نذر از خاطر او رفت۔ بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک هلاك رسید۔ بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفته فرستادم که ایں بیماری بسبب عدم وفاءِ نذر است۔ اگر اسپ خود مے خواهی نذرے را که در فلاں محله التزام نمودۂ۔ بفرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد، هماں ساعت اسپ او شفا یافت۔[1]

’’شاہ عبدالرحیمؒ بیان فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل پیش آئی۔ اس نے نذر مانی کہ اے بارِ الٰہ! اگر یہ مشکل حل ہوگئی تو میں اِس قدر ہدیہ حضرت شاہ صاحبؒ کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ مشکل حل ہوگئی مگر وہ نذر پوری کرنا بھول گیا۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد اُس کا گھوڑا بیمار ہوگیا اور ہلاکت کے قریب آپہنچا۔ میں اِس بیماری اور ہلاکت کے سبب پر آگاہ ہوا تو ایک خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کے باعث ہے۔ اگر گھوڑے کی خیریت چاہتے ہو تو فلاں نذر جسے فلاں مقام پر مانا تھا پوری کرو۔ وہ اپنے اِس فعل پر شرمندہ ہوا اور نذر ارسال کی، اُسی وقت اُس کا گھوڑا شفایاب ہوگیا۔‘‘

اِس واقعہ سے یہ امر مترشح ہوا کہ مطلقاً کسی سے نفع وضرر پہنچنے کا عقیدہ رکھنا یا محبۃً اور تعظیماً کسی کا قرب حاصل کرنے کی آرزو رکھنا شرک نہیں ہے اور نہ ہی مطلقاً تقرب لِغیر اللہ موجبِ شرک ہے۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ اولیاء اور صلحاء کی طرف نذر کو مجازاً منسوب کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلویؒ

(۱) شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین: ۵۳

کے حالات میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

درقصبه ڈاسنه بزیارت مخدوم اللّٰه دیا رفته بودند، شب هنگام بود در آں محل فرمودند: مخدوم ضیافت ما میکند چیزے خورده دید توقف کردند تا آنکه اثر مردم منقطع شد، و ملال بر یاراں غالب آمد۔ آنگاه زنے بیاید طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کرده بودم که اگر زوج من بیاید هماں ساعت ایں طعام پخته با نشینندگان درگاهِ مخدوم الله دیا رسانم۔ دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔(۱)

”(میرے والد شاہ عبدالرحیم) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے۔ رات کے وقت اُس مقام پر انہوں نے کہا کہ مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا۔ (پھر حضرت صاحبؒ بیٹھ گئے) یہاں تک کہ آدمیوں کی آمد و رفت ختم ہوگئی۔ احباب اُکتا گئے۔ اُس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شیرینی کا تھال لئے ہوئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر آئے گا مخدوم اللہ دیا کی خانقاہ میں بیٹھنے والوں کو کھانا پہنچاؤں گی، وہ اِسی وقت آیا ہے لہٰذا میں نے اپنی نذر پوری کر دی ہے۔“

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے درج بالا دونوں واقعات نقل کر کے اِس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر باوجود اس کے کہ تقرّب إلی اللہ کے لئے ہوتی ہے مگر اسے اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً بغیر عبادت کی نیت کئے منسوب کرنا جائز ہے۔

۱۵۔ تَقَرُّب لِغَیْرِ اللهِ والی نذر حرام ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جانور جسے غیراللہ کی نذر کر کے بسم اللہ اللہ

(۱) شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین: ۴۴

اکبر کے کلمات پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو تو کیا اس کا ذبح کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ذبیحہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ آیتِ کریمہ ﴿وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ﴾ میں اُهِلَّ میں ’’رفع الصوت‘‘ کا مفہوم ہے جبکہ لِغَيْرِ اللهِ میں تقرب لغیر اللہ کا مفہوم ہے۔ چونکہ کفار و مشرکین کا اصل مقصود و منشاء کسی جھوٹے معبود کا تقرب ہوتا تھا اس لیے نام اگرچہ اللہ تعالیٰ کا لے لیا مگر جب نیت غیر اللہ کے تقرب کی ہوئی تو وہ عمل بھی غیر اللہ کے لئے ہوا اور اسی طرح یہ نذر بھی غیر اللہ کے لئے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ عمل اور صدقہ وخیرات جس میں غیر اللہ کے تقرب (بطور عبادت) کی نیت رکھی جائے، ناجائز ہے۔ جس طرح اگر ظاہراً کوئی حرام فعل صادر ہو جائے اور اس میں نیت سو فیصد درست ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیوں کہ فی نفسہٖ وہ عمل بھی حرام ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت نیت تقرب لغیر اللہ کی تھی مگر اس نے ذبح کرتے وقت بظاہر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جبکہ اس کی نیت خلافِ توحید اور مشرکانہ تھی تو یہ عمل بھی ناجائز اور حرام ہوا کیونکہ عمل کی بنیاد و اساس نیت پر استوار ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.(۱)

’’اعمال کا دار و مدار بس نیتوں پر ہے۔‘‘

ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز عمل ہے بشرطیکہ اس میں تقرب لغیر اللہ نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے عمر بھر کم وبیش ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہلِ بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے۔ امت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.(۲)

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، ۱:۲، رقم: ۱

(۲) ابوداؤد، السنن، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، ۳:۹۴، رقم: ۲۷۹۲

’’اے اللہ! محمد (ﷺ)، آلِ محمد ﷺ اور امتِ محمد ﷺ کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں خود آقائے دوجہاں ﷺ کا عملِ مبارک اس بات کا ثبوت مہیا کر رہا ہے کہ محض ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی کے نام قربانی منسوب کرنا حرام نہیں۔

ثقہ محدثین و مفسرینِ کرام اور اہلِ لغت کی آرا و تشریحات کی روشنی میں خلاصۃً یہ بات قطعی طور پر بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ’’وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ‘‘ کا اطلاق ان بتوں (معبودان باطلہ) پر ہوتا ہے جن کی کفار و مشرکین پرستش کرتے اور بوقتِ ذبح اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ اور دیگر سورتوں میں مذکور ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے یہی مفہوم رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سمیت تمام مفسرین نے بیان کیا ہے اور کسی ایک محدث و مفسر نے بھی اس سے ایصالِ ثواب کے لئے دیا گیا نذر و نیاز اور دیگر صدقہ و خیرات مراد نہیں لیا۔ لہٰذا جو لوگ ’’وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ‘‘ کی غلط تعبیر کر کے اس کا اطلاق صدقہ و خیرات اور گیارھویں شریف جیسے معمولات پر کرتے ہیں وہ نہ قرآن حکیم کا صحیح فہم رکھتے ہیں اور نہ انہیں سنتِ نبوی ﷺ کا حقیقی ادراک حاصل ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے کسی جانور کو محض ان کے نام منسوب کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرنا ایک جائز اور مشروع عمل ہے۔

۱۶۔ اعمالِ صالحہ اور خیرات کے لئے ایّام کا تعین

کسی نیک عمل اور صدقہ و خیرات پر مداومت کے لئے انتظاماً کسی ایک تاریخ کا تعیّن سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ و خیرات تو کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے؟ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ تعین دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ تعیّنِ شرعی ۲۔ تعیّنِ انتظامی

ا۔ تعیّنِ شرعی

نماز پنجگانہ، حج، زکوٰۃ اور روزہ کی بجا آوری کیلئے شریعت نے خاص اوقات اور ایام کا تعین کر دیا ہے۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا لہٰذا یہ تعین شرعی ہے۔

۲۔ تعیّنِ انتظامی

دوسرا تعین ذاتی اور انتظامی ہے۔ اگر بندۂ مومن اپنی ذاتی سہولت کی خاطر عمل میں مداومت، باقاعدگی اور استقامت پیدا کرنے کے لئے نفلی عبادات اور معمولات کے لئے بعض اوقات اور ایام کا تعین کرے تو یہ بھی جائز ہے اور ایسا کرنا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ہر جمعرات قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے بعض نوافل کے لئے رات اور دن مقرر فرمائے تھے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَی اللهِ أَدْوَمُهُ وَ إِنْ قَلَّ. (۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو بلاناغہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔‘‘

(۱) ا۔ مسلم، الصحیح، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله، ۴:۲۱۷۱، رقم: ۲۸۱۸

۲۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة باب ما یؤمر به من القصد فی الصلاة، ۲:۴۸، رقم: ۱۳۶۸

۳۔ نسائی، السنن، کتاب القبلة، باب المصلی یکون بینه وبین الإمام سترة، ۲:۶۸، رقم: ۷۶۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۲۵

۱۷۔ احادیثِ مبارکہ سے نفلی اعمال کے لئے دن کے تعیّن کا ثبوت

احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی سنتِ طیبہ سے نفلی اعمال اور عبادات کے لئے وقت کے تقرر کا تصور موجود ہے۔ اس حوالے سے چند ذیلی عنوانات کے تحت احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) نفلی نماز کے لئے جگہ اور دن کا تعیّن

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِياً وَ رَاكِباً فَيُصَلِّي فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

حضور نبی اکرم ﷺ کا مسجد قباء جا کر دو رکعت ادا کرنا نفلی عبادت کے لئے مکان و زمان، جگہ اور دن کے تعیّن کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ نہ تو قرآن میں مسجد قباء جا کر ہفتہ کے دن نفل پڑھنے کا حکم تھا اور نہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے واضح طور پر اس کا حکم دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اسے حضور ﷺ کی سنتِ مطہرہ سمجھ کر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر اس نیک عمل کے لئے مسجد اور دن کی تخصیص کو برقرار رکھا۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب من أتی مسجد قباء کل سبت، ۱:۳۹۹، رقم: ۱۱۳۵

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء و فضل الصلاة فیه و زیارته، ۲:۱۰۱۷، رقم: ۱۳۹۹

۳۔ حمیدی، المسند، ۲:۲۹۱، رقم: ۶۵۸

(۲) نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعیّن

۲۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ بالخصوص پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔‘‘

بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع میں آپ ﷺ کی اس سنت کو زندہ کیا اور اس طرح ایام کے تعین کے ساتھ نفلی روزہ کا معمول برقرار رکھا۔

۳۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سے روایت ہے:

أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرىٰ فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ، فَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ: اِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: اِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ. (۲)

’’وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ میں گئے۔ حضرت اسامہ بن زید پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الصوم عن رسول اللہ ﷺ، ما جاء في صوم يوم الإثنين والخميس، ۳: ۱۲۱، رقم: ۷۴۵
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ ۲: ۸۵، رقم: ۲۴۹۷
۳۔ ابو یعلی، المسند، ۸: ۱۲۲، رقم: ۴۷۵۱

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب فی صوم الاثنين والخميس، ۲: ۳۲۵، رقم: ۲۴۳۶
۲۔ نسائی، السنن الکبری، ۲: ۱۴۷، رقم: ۲۷۸۱
۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۲، رقم: ۱۷۵۰
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۰۰

مولیٰ نے ان سے دریافت کیا: آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ سے اس معمول کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔‘‘

غور کریں یہ کوئی شرعی تعین نہیں بلکہ کسی عملِ خیر پر مداومت کے لئے ایک ذاتی تعین ہے اور شریعت نے اسے منع بھی نہیں کیا۔

(۳) کثرتِ درود و سلام کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص

۴۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ، وَ فِيْهِ قُبِضَ، وَ فِيْهِ النَّفْخَةُ، وَ فِيْهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيْهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ، قَالَ: قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْکَ وَ قَدْ أَرِمْتَ؟ يَقُوْلُوْنَ: بَلِيْتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. (۱)

’’بیشک تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن

(۱) ۱۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فضل يوم الجمعة و ليلة الجمعة، ۱: ۲۷۵، رقم: ۱۰۴۷

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب إکثار الصلاة على النبی ﷺ يوم الجمعة، ۲: ۹۱، رقم: ۱۳۷۴

۳۔ ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة، باب في فضل الجمعة، ۱: ۳۴۵، رقم: ۱۰۸۵

صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد کیسے آپ کو پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ ﷺ کا جسدِ مبارک تہِ خاک ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَ إِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ: قُلْتُ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَ بَعْدَ الْمَوْتِ. إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. (۱)

’’جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! موت کے بعد بھی؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں موت کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مبارک جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور (قبر میں ہی) اسے رزق دیا جاتا ہے۔‘‘

(۴) سفر کے لئے جمعرات کے دن کی تخصیص

۶۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته و دفنه ﷺ، ۱: ۵۲۴، رقم: ۱۶۳۷

أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔''

(۵) وعظ و نصیحت کے لئے دن کا تعیّن

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کر رکھا تھا جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُاللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ.(۲)

''حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے۔''

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ ﷺ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعمالِ صالحہ اور نفلی عبادات کے لئے جگہ اور دن کا تعیّن کرنا عام معمول تھا۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ کوئی خاص دن متعین کر کے ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف کی محافل کرنا شریعت کے عین مطابق ہے اور جائز امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام کا قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ اعزہ و اقارب کے لئے صدقہ و خیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کی صورت میں ایصالِ ثواب کرتے رہے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب ...... ومن أحب الخروج یوم الخمیس، ۳:۱۰۷۸، رقم: ۲۷۹۰
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۸:۱۵۶، رقم: ۳۳۷۰
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۱۷۰، رقم: ۹۲۷۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، من جعل لأهل العلم أیامًا معلومة، ۱:۳۹، رقم: ۷۰
۲۔ ابن حبان، ۱۰:۳۸۲، رقم: ۴۵۲۴

باب دُوُم

مِنْ دُوْنِ اللهِ کا صحیح مفہوم

www.MinhajBooks.com

۱۔ مِنۡ دُوۡنِ اللهِ کا معنی و مفہوم

''مِنۡ دُوۡنِ اللهِ'' کوئی مخصوص قرآنی اصطلاح نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے فعل دَانَ یَدُوۡنُ کا مادہ دُوۡناً ہے جس میں کمزوری، حقارت، خساست، پستی اور گھٹیا پن کا معنی پایا جاتا ہے۔

۱۔ عام روزمرّہ گفتگو میں اہلِ عرب کسی کی حقارت اور گھٹیا پن کے بارے میں یوں اظہار کرتے ہیں: ''صَارَ دُوۡناً خَسِیۡساً'' کہ فلاں شخص دُوۡن یعنی گھٹیا اور کمینہ ہو گیا۔(۱)

اس جملے میں گھٹیا پن، پستی اور حقارت و خساست کا مفہوم مضمر ہے۔

۲۔ یقال للقاصر عن الشیئی دُون ''جو شخص اپنی کمزوری کے باعث کوئی کام کرنے سے عاجز و قاصر ہو اسے بھی دُوۡن کہا جاتا ہے۔''(۲)

۳۔ اگر کوئی چیز کسی کے مقابلے میں مقداراً تھوڑی، کم حقیر اور ہلکی ہو تو اسے بھی دُوۡنَ کہتے ہیں۔ جیسے ارشادِ ربانی ہے۔

وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ.(۳)

''اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخشش دیتا ہے۔''

روزمرّہ گفتگو میں مِنۡ دُوۡنِ اللهِ کا استعمال ''غیر الله'' کے معنی میں ہوتا ہے۔

---

(۱) فیروز آبادی، القاموس المحیط، ۱:۱۵۴۵

(۲) راغب اصفہانی، المفردات: ۱۷۲

(۳) النساء، ۴۸:۴

قرآن مجید میں اکثر و بیشتر "مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ" یا "مِنۡ دُوۡنِهٖ" کے الفاظ کفار و مشرکین کے شرک کی نفی اور ابطالِ باطل کے ضمن میں ان کے معبودانِ باطلہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں جس سے نہ صرف ان کا غیرِ خدا ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ ان کی اصل حیثیت یعنی بے مائیگی بھی متعین ہو جاتی ہے اور اس پر مستزاد ان کے الٰہ اور قابلِ پرستش ہونے کا رد بھی ہو جاتا ہے۔ مزید برآں دَانَ یَدُوۡنُ کے اصل معنی کی بنا پر ان کا پست و حقیر، گھٹیا اور عاجز و کمزور بلکہ بارگاہِ خداوندی میں ان کا بے مایہ اور بے حیثیت ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ گویا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کے الفاظ سے کفار و مشرکین کے مشرکانہ معتقدات اور توہمات کا قلع قمع کرنا اور ان کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ ان کے جھوٹے معبود اس قدر بے حیثیت ہیں کہ وہ کسی قسم کے نفع و نقصان کا باعث نہیں ہو سکتے۔

۲۔ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ کی حقیقی مراد

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ یا اس کے مماثل الفاظ کا ذکر ہوا ہے وہاں اس سے مقصود کفار و مشرکین کے باطل عقائد و نظریات کا رد اور معبودانِ باطلہ کی بے وقعتی کا اظہار ہے۔ بنیادی طور پر ان الفاظ سے درج ذیل امور کا بیان مقصود ہوتا ہے۔

(۱) باطل عقائد و نظریات

کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کے سیاق و سباق میں ان کے باطل عقائد و نظریات کا ذکر کر کے کسی نہ کسی صورت میں ان کی تردید اور تغلیط مقصود ہے۔

(۲) معبودانِ باطلہ

ان الفاظ کے ذریعہ عام طور پر ان کے معبودانِ باطلہ یعنی ان بتوں کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں وہ خدا کا شریک ٹھہرا کر مستحقِ عبادت سمجھتے تھے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اُلوہیت کی نفی

ان الفاظ کے ذریعے معبودانِ باطلہ کی ذاتِ حق سے مطلقاً بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے الُوہیت کی نفی کی گئی ہے۔

(۴) معبودانِ باطلہ کی بے وقعتی

مِنْ دُوْنِ اللهِ سے ان معبودانِ باطلہ کی بے بسی، بے حیثیتی اور بے وقعتی ظاہر کرنا مقصود ہے تاکہ کفار و مشرکین اس حقیقت پر متنبہّ ہو کر اپنے مزعومہ مشرکانہ خیالات سے باز آ جائیں اور انہیں عبادت کے لائق نہ سمجھیں۔

(۵) کفار و مشرکین سے خطاب

کلامِ الٰہی میں مِنْ دُوْنِ اللهِ کے مخاطب مورد و اطلاق کے اعتبار سے اہلِ ایمان نہیں بلکہ اہلِ کفر مشرکین اور ان کے وہ الٰہ اور جھوٹے معبود مراد ہیں جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ مِنْ دُوْنِ اللهِ سے نہ تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل علیہم السلام مراد ہیں اور نہ ہی صلحاء و اولیاء جنہیں بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبولیت اور مقامِ قرب و محبوبیت سے نوازا گیا ہے، ان کا ذکر قرآن حکیم میں اس پیرائے میں نہیں کیا گیا۔ اہلِ ایمان انہیں خدا کا شریک یا اپنا معبود نہیں سمجھتے۔ اگر کسی جگہ نصاریٰ کے تذکرے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے حوالے سے ایسی بات کہی گئی ہے تو وہ بھی صرف اس بناء پر کہ انہوں نے دونوں برگزیدہ ہستیوں کو خدا اور خدا کا بیٹا مان کر واضح شرک کا ارتکاب کیا تھا۔ جس پر اس بات کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے استفسار کیا جائے گا: ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ. ﴿المائدة، ۵: ۱۱۶﴾ ’’کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟‘‘ جس کا جواب وہ نفی میں دیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہاں بھی تثلیث کے ماننے والوں کے مزعومہ

مشرکانہ عقائد کی تردید اور خدا کی الُوہیت کے سوا ہر ایک کی نفی مقصود ہے۔

(٦) معبودانِ باطلہ کے ولی اور شفیع ہونے کا انکار

مِنْ دُوْنِ اللهِ یا مِنْ دُوْنِهٖ کے الفاظ کے ذریعے کفار کے معبودانِ باطلہ کے ولی اور شفیع ہونے کا انکار کیا گیا ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ.(۱)

''ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ (کوئی) سفارشی۔''

اس آیتِ مبارکہ کا اشارہ بھی منکرین و مشرکین اور ان کے جھوٹے معبودوں کی طرف ہے کیونکہ اہلِ ایمان کے لئے تو ولایت بھی ثابت ہے اور شفاعت بھی حتیٰ کہ خود قرآن کی رو سے انبیاء و صلحاء اہلِ ایمان کے ولی بھی ہیں اور شفیع بھی بلکہ ایمانداروں کو صرف انہی پر اعتماد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۔ انبیاء و اولیاء ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا مصداق نہیں

مِنْ دُوْنِ اللهِ یا مِنْ دُوْنِهٖ جیسے الفاظ کا اطلاق اپنے معنی و مفہوم کے لحاظ سے عام چیزوں پر ہوتا ہے اور ان کا معنی غیرِ خدا ہی لیا جاتا ہے۔ یہاں ''غیرِ خدا'' کا مفہوم اپنے اندر یہ واضح اشارہ رکھتا ہے کہ ہر وہ چیز غیرِ خدا ہے جو خدا سے دور لے جانے والی ہو۔ خدا سے انکار اور کفر و شرک کا باعث ہو اور خدا کی بارگاہ میں کسی بھی رتبے یا درجے کی حامل نہ ہو بلکہ عنداللہ محض بے حیثیت اور بے عزت و بے وقعت ہو، جہاں تک انبیاء و رسل، اولیاء و عرفاء، مومنین کاملین اور خدا کے مقبول و برگزیدہ بندوں کا تعلق ہے وہ بارگاہِ ایزدی میں مقرب اور محبوب تصور کئے جاتے ہیں، ان پر ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بارے میں مختلف آیات میں ارشادِ باری

(۱) الانعام، ٦: ٥١

تعالیٰ ہے:

۱۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○[۱]

”بے شک وہ ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔“

۲۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو تو غیر سمجھتا ہی نہیں۔ اُس کے نزدیک غیر وہی ہیں جو اس سے دور ہیں۔ ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُکَ اللهُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○[۲]

”اے نبی (معظم!) آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی۔“

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنا مقرب تصور کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کو ان پر اعتماد کی تلقین اور ہدایت فرمائی ہے اور بطورِ خاص اپنی بارگاہ میں ان کی حیثیت اور قدر و منزلت کو واضح کیا ہے۔

اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے دوست اور محبوب بندے) اللہ تعالیٰ کا غیر اس لئے بھی نہیں ہوسکتے کہ وہ خود زمین پر چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے، ان کی زیارت اللہ کے ذکر کا سبب ہوتی ہے، ان کی قربت اللہ کی قربت اور انکی محبت اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ زیرِ بحث موضوع کو سمجھنے میں حضرت ابنِ عباس اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی درج ذیل حدیث کا حوالہ دینا مددگار ثابت ہوگا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُکِرَ اللهُ عزوجل.[۳]

---

(۱) الصآفات، ۳۷: ۸۱، ۱۱۱

(۲) الانفال، ۸: ۶۴

(۳) ۱۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۳۶۲، رقم: ۱۱۲۳۵

۲۔ ابن المبارك، كتاب الزهد، ۱: ۷۲، رقم: ۲۱۷

۳۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۱۰: ۱۰۸، رقم: ۱۰۵

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۷۸

’’وہ لوگ جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے (اولیاء اللہ ہیں)۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے معاندین کو اپنا ما سویٰ اور ان کے غیر کو اپنا غیر تصور کرتا ہے۔ ان کے دوست کو اپنا دوست اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ ازراہِ تمثیل یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ غرباء کے صدقات کو اپنے لئے قرضِ حسنہ اور دین کی خدمت کو اپنے لئے مدد قرار دیتا ہے۔ اپنے حبیب ﷺ کی بارگاہ کے آداب بیان کرتے ہوئے وہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی عمل میں سبقت لے جانے کو اپنی ذات سے پہل، مؤمنین کی راہ کی پیروی کو اپنی راہِ ہدایت، حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کو اپنی بیعت، حضور ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے قول کو اپنا قول اور ان کے عمل کو اپنا عمل قرار دیتا ہے، اسی طرح وہ رسول اللہ ﷺ اور اس کے جانثار مؤمنین کو ’’حِزْبُ اللهِ‘‘ اور ان کے غیر کو ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ سے تعبیر کرتا ہے۔

لہٰذا مِنْ دُوْنِ اللهِ جیسے الفاظ اللہ تعالیٰ سے جس غیریت کا مفہوم لئے ہوتے ہیں وہ لغوی، کلامی اور لفظی نہیں بلکہ حکمی، مرادی اور معنوی اعتبار سے ہیں۔ یعنی خدا کے غیر سے مراد وہی ہے جو پیمانۂ محبت کے اعتبار سے غیر ہو اور بے نسبتی و بے تعلقی کے لحاظ سے پرایا ہو۔ اس لئے انبیاء و صالحین کو نگاہِ ربوبیت میں جو اپنائیت حاصل ہے اگر کوئی اسے نظر انداز کرتے ہوئے ان پر بھی مِنْ دُوْنِ اللهِ کا اطلاق کرتا ہے تو وہ قرآنی تعلیمات کے ساتھ نہ صرف صریح مذاق کرتا ہے بلکہ خود ربِ ذوالجلال کے ارشادات کا کھلا انکار بھی۔

۴۔ آیات کا غیر موزوں اطلاق خوارج کا وطیرہ ہے

مِنْ دُوْنِ اللهِ کے مفہوم کے ضمن میں ان چند بنیادی باتوں کا قدرے تفصیل سے ذکر اس لئے ہوا کہ کچھ نادان لوگ جہاں کہیں ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے الفاظ دیکھتے ہیں قطع نظر اس سے کہ وہاں کیا بیان کیا گیا ہے اس کا اطلاق بلا استثناء انبیاء و رسل عظام علیہم السلام اور اولیاء و صلحاء پر بھی کر دیتے ہیں۔ ان کی اس جاہلانہ روش سے قرآنی احکام کے

بیان کی طرف سے اصل توجہ نہ صرف ہٹ جاتی ہے بلکہ خدا کے محبوب اور مقرب بندوں کی تنقیصِ شان بھی واقع ہوتی ہے جو نہ شارعِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا ہے اور نہ خود ذاتِ باری تعالیٰ کا منشا و مقصود۔ قرآنی الفاظ کا عموم ہو یا خصوص، ضروری ہے کہ ان کے استعمال کا اصول اور اسلوب ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ اگر یہ بنیادی پہلو ہی نظر انداز ہوگیا تو اس غلط تفسیرِ قرآن سے گمراہی کے دروازے کھل جائیں گے۔ خوارج کا طریق بھی یہی تھا کہ اصل مدعا کو سمجھے بغیر الفاظ کے ظاہری عموم کی بناء پر قرآنی حکم کا ہر جگہ اطلاق کرتے تھے خواہ وہ اطلاق قطعاً غیر موزوں اور غلط ہی کیوں نہ ہوتا۔ خوارج کے بارے میں منقول ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَ قَالَ: اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.(۱)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: یہ وہ لوگ ہیں جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق اہلِ ایمان پر کرتے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خوارج کو اس لئے اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے کہ وہ ان آیات کو جو کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی تھیں، اہلِ ایمان پر منطبق و چسپاں کرکے انہیں کافر و مشرک ٹھہراتے تھے۔ اس لئے آیات اور الفاظِ قرآنی کا اصل مورد و محل جانے بغیر انہیں اس طرح بے باکی کے ساتھ ہر جگہ استعمال کرنا بذاتِ خود ایک بہت بڑی گمراہی ہے۔ قرآن کے ہر طالب علم کا اس گمراہی سے بچنا ضروری ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کیا آج بھی اوثان اور اصنام والی آیاتِ قرآنیہ کو مقبولانِ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین و المعاندین و قتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین، ۶: ۲۵۳۹
۲۔ ابن عبد البر، التمهید، ۲۳: ۳۳۵
۳۔ ابن حجر عسقلانی، تغلیق التعلیق، باب قتل الخوارج والملحدین، ۵: ۲۵۹

الٰہی اور اُن کے محبین اور اُن کا احترام بجا لانے والوں پر چسپاں کرنا اسی طرح قابلِ مذمت نہیں؟ قابلِ مذمت ہے، خوارج نے تو حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ جیسی شخصیت کو بھی مشرک کہا جو سرچشمۂ ولایت وروحانیت ہیں۔ انہوں نے آپ کی صداقت کا بھی انکار کر دیا تھا اور بغاوت اختیار کرتے ہوئے وہ تاریخِ اسلام کے پہلے بڑے اعتقادی فتنے کا سبب بنے تھے۔

خوارج نے باقاعدہ طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شرک کا مرتکب ٹھہرایا اور بزعمِ خویش اِس شرک کو قرآن حکیم کی آیت: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط﴾ (یوسف، ۱۲: ۴۰) ''حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔'' سے ثابت کر کے تحکیم کا انکار کیا۔ اور ہر جگہ یہ نعرہ لگانا شروع کر دیا: لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰہِ۔ ''حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔'' ان کا اپنے خلاف پراپیگنڈہ دیکھ کر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے واضح فرمایا تھا:

كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيْدَ بِهَا بَاطِلٌ.(۱)

''کلمہ تو برحق ہے مگر اِس سے مراد لیا جانے والا معنی باطل ہے۔''

اِسی طرح اہلِ ایمان کو آیات کی غلط تعبیر اور اطلاق کے ذریعے مشرک قرار دینے والا موجودہ طبقۂ فکر بھی خوارج ہی کی روش اختیار کئے ہوئے ہے۔

۵۔ مِنْ دُوْنِ اللهِ کا درست اِطلاق

''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا لغوی معنی ہے ''اللہ کے سوا'' مگر ہر جگہ سیاق و سباق کے حوالے سے اس کے دائرہ اطلاق اور مراد کو متعین کیا جانا ضروری ہے۔

جب ہم توحید اور شرک کے باب میں غیر کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۳۸۷، رقم: ۶۹۳۹

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۱۷۱

لغوی معنی میں غیر ہو گا۔ اس میں ذاتِ باری تعالیٰ، اس کی صفات و افعال اور اسماء کے علاوہ باقی ہر چیز مخلوق ہے اور وہی ما سِوَ اللہ کہلاتی ہے۔

ذیل میں ہم ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کا اطلاق آیاتِ قرآنی کی روشنی میں قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' قرآن مجید میں مندرجہ ذیل تین معانی میں استعمال ہوا ہے:

(۱) معبودانِ باطلہ مِنْ دُوْنِ اللهِ ہیں

قرآن مجید میں اکثر و بیشتر مقامات پر کفار و مشرکین کے مزعومہ معبودانِ باطلہ (اصنام، اوثان اور طواغیت) کو ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کہا گیا ہے۔ جیسا کہ درجِ ذیل آیات سے واضح ہوتا ہے:

۱۔ **وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط.**(۱)

''اور (اے مسلمانو!) تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔''

۲۔ **وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○**(۲)

''اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنے آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔''

اس طرح دیگر بیسیوں آیات میں ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' کے الفاظ آئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کفار و مشرکین اور ان کے معبودانِ باطلہ کی مذمت کی ہے، بتوں کی عبادت پر ان کی زجر و توبیخ کی گئی ہے۔ ان آیات کے الفاظ ''مِنْ دُوْنِ اللهِ'' میں انبیاء و

(۱) الانعام، ۶:۱۰۸

(۲) الاعراف، ۷:۱۹۷

اولیاء اور ملائکہ ومقربین قطعاً اور یقیناً شامل نہیں ہیں۔

(۲) غیر اللہ کو مستحقِ عبادت سمجھنا ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے ذیل میں شمار ہوگا

یہ اصول ذہن نشین رہے کہ قرآن حکیم کی جن آیات میں عبادت و اُلوہیت اور پوجنے کا ذکر ہو وہاں انبیاء و اولیاء اور ملائکہ ومقربین ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ میں شامل ہوتے ہیں کیونکہ عبادت فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور استحقاقِ عبادت کے لئے ما سِوَ اللہ ہر شئے غیر ہے۔ لہٰذا یہ مِنْ دُوْنِ اللهِ کا دوسرا اطلاق ہے جو عبادت و الوہیت سے مشروط ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اسی باطل طرزِ عمل کو قرآن میں بیان کیا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ج وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ج لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ط سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○(۱)

’’انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور زاہدوں کو رب بنا لیا تھا اور مریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کو (بھی) حالانکہ انہیں بجز اس کے (کوئی) حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اکیلے ایک (ہی) معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان سے پاک ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔‘‘

(۳) مظاہرِ فطرت کو معبود جاننا ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے ذیل میں شمار ہوگا

قرآن مجید میں کئی مقامات پر ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ سورج، ستاروں، جنات اور شیاطین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اقوام سابقہ میں مظاہرِ فطرت کی پرستش کا رواج عام تھا۔ قرآن مجید نے ان کے اس عمل کی مذمت کرتے ہوئے ان معبودانِ باطلہ کو ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کہا ہے:

وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللهِ.(۲)

’’میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا ہے۔‘‘

---

(۱) التوبۃ، ۹: ۳۱

(۲) النمل، ۲۷: ۲۴

۶۔ معبودانِ باطلہ ولی اور نصیر نہیں جبکہ صالحین ولی ہوتے ہیں

کفار اور مشرکین بتوں کو اپنا ولی اور نصیر گردانتے اور ان کو مشکل کشا تصور کرتے ہوئے ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ وہ ان کے نام کی نذر بھی مانتے تھے جبکہ حقیقی مددگار کو کلیۃً بھول گئے تھے اس لئے قرآن مجید نے ان کے اس عقیدے کو رد فرمایا اور واضح کر دیا کہ حقیقی ولی اور نصیر فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ تمہارے یہ بت اور جھوٹے خدا قیامت کے روز تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے اس لئے ان کو چھوڑ کر فقط اللہ ہی کو اپنا ولی اور نصیر سمجھو۔ اس پر درج ذیل آیاتِ مبارکہ ملاحظہ کیجئے:

۱۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍO[۱]

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی مددگار۔“

۲۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ط مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ لا وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًاO[۲]

”(اللہ کا وعدۂ مغفرت) نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی خواہشات پر، جو کوئی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔“

۳۔ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ م يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ط مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَO[۳]

”یہ لوگ (اللہ کو) زمین میں عاجز کر سکنے والے نہیں اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں۔ ان کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا (کیونکہ) نہ

(۱) البقرة، ۲:۱۰۷
(۲) النساء، ۴:۱۲۳
(۳) هود، ۱۱:۲۰

وہ (حق بات) سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ (حق کو) دیکھ ہی سکتے تھے۔‘‘

۴۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ (۱)

’’اور اللہ جسے ہدایت فرما دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ان کے لئے اس کے سوا مددگار نہیں پائیں گے، اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی ہم انہیں (عذاب دینے کے لئے) اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔‘‘

۵۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ ۭ (۲)

’’اور اس کے لئے کوئی گروہ (بھی) ایسا نہ تھا جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتے اور نہ وہ خود (ہی اس تباہی کا) بدلہ لینے کے قابل تھا۔‘‘

۶۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (۳)

’’کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اولیاء بنا لیا ہے، پس اللہ ہی ولی ہے (اسی کے دوست ہی اولیاء ہیں) اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔‘‘

۷۔ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (۴)

’’بیشک یہ لوگ اللہ کی جانب سے (اسلام کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات کے وقت میں وعدوں کے باوجود) ہرگز آپ کے کام نہیں آئیں گے، اور بیشک

(۱) الاسراء، ۱۷: ۹۷

(۲) الکہف، ۱۸: ۴۳

(۳) الشوری، ۴۲: ۹

(۴) الجاثیۃ، ۴۵: ۱۹

ظالم لوگ (دنیا میں) ایک دوسرے کے ہی دوست اور مددگار ہوا کرتے ہیں، اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست اور مددگار ہے۔‘‘

- یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ بعض لوگ مِنْ دُوْنِ اللهِ پر قیاس کرتے ہوئے (معاذ اللہ) انبیاء و اولیاء اور صلحاء و متقین کو کافروں اور مشرکوں کی صف میں ہی شمار کرتے ہیں اور ان کے بھی ولی اور نصیر ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ یہ لوگ دلیل کے طور پر ان آیات کو پیش کرتے ہیں جو کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں حالانکہ درحقیقت یہ وہ آیات ہیں جن میں بتوں کے ولی اور نصیر ہونے کی نفی کی گئی ہے لہٰذا ایسی آیات کو دلیل بنا کر انبیاء و مؤمنین کا ایک دوسرے کے لئے ولی اور نصیر ہونے کی نفی کرنا خلافِ شریعت ہے۔
- دوسری اہم بات یہ ہے کہ جن آیات میں ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے الفاظ آئے ہیں وہاں اس سے مراد بت، اوثان، اصنام اور طواغیت وغیرہ ہیں جو کہ بالکل بے بس و بے اختیار ہیں، وہ کسی چیز کے بھی مالک نہیں، جبکہ انبیاء و اولیاء ان آیات کے تحت ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے زمرے میں شامل ہی نہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے برگزیدہ انبیاء و اولیاء کو اذن و اختیار عطا فرمایا ہے پس انہیں ولی اور نصیر ماننا شرک نہیں۔
- قرآنی آیات سے مؤمنین کا ایک دوسرے کے لئے ولی و نصیر ہونا صراحۃً ثابت ہے۔ ان سب کی ولایت اور مدد من جانب اللہ ہوتی ہے جبکہ بتوں کے لئے ولایت من جانب اللہ کا کوئی تصور نہیں۔ اس لئے ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے حکم کا اطلاق صرف بتوں پر ہوتا ہے اور ان کو ولی اور نصیر ماننا صریحاً شرک اور ظلم ہے۔

۷۔ انبیاء و اولیاء اللہ کے مقابلے میں ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کی بے وقعتی پر مشتمل آیاتِ قرآنی کا تقابلی مطالعہ

آئندہ صفحات میں موضوع سے متعلق آیاتِ مبارکہ کو مختلف موضوعات کے تحت آمنے سامنے درج کیا جا رہا ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کے اس تقابلی مطالعے سے موضوعات متذکرہ کو سمجھنے میں بھی مدد ملے گی اور غلط اطلاقات کی حقیقت بھی کھل سکے گی۔

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

۱۔ اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء و اولیاء کو ولی اور نصیر بنایا

۱۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ٥(۱)

”بیشک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں۔“

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط(۲)

”بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے (اللہ کے لئے) وطن چھوڑ دیئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

• معبودانِ باطلہ بے بس و بے اختیار ہیں

۱۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥(۳)

”اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنے آپ کی مدد کر سکتے ہیں۔“

۲۔ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ٥(۴)

”(ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان (مورتیوں) کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع دے سکتی ہیں اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں۔“

(۱) المائدۃ، ۵: ۵۵
(۲) الانفال، ۸: ۷۲
(۳) الاعراف، ۷: ۱۹۷
(۴) الأنبیاء، ۲۱: ۶۶

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔‘‘

۳۔ **وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُهُمُ اللهُ ط اِنَّ اللهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌo**(۱)

’’اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت بجا لاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔‘‘

۴۔ **اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ج وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللهَ**

(۱) التوبۃ، ۹: ۷۱

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

۳۔ **وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًاo**(۲)

’’اور ان (مشرکین) نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے لئے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ (ہی مرنے کے بعد) اٹھا کر جمع کرنے کا (اختیار رکھتے ہیں)۔‘‘

۴۔ **مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ اَوْلِیَآءَ کَمَثَلِ الْعَنْکَبُوْتِ ج**

(۲) الفرقان، ۲۵: ۳

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (۱)

’’اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو (تو تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (ایک ہی بات کی طرف) جھک گئے ہیں، اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت کی (تو یہ نبی مکرّم ﷺ کے لئے باعثِ رنج ہوسکتا ہے) سو بیشک اللہ ہی اُن کا دوست و مددگار ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد (سارے) فرشتے بھی (اُن کے) مددگار ہیں۔‘‘

قرآن میں مِنۡ دُوۡنِ اللہ کا ذکر

اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۳)

’’ایسے (کافر) لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں (یعنی بتوں) کو کارساز بنالیا ہے مکڑی کی داستان جیسی ہے جس نے (اپنے لئے جالے کا) گھر بنایا اور بیشک سب گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش! وہ لوگ (یہ بات) جانتے ہوتے۔‘‘

۲۔ انبیاء و اولیاء کو شفاعت کا اِذن حاصل ہوگا

۱۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ (۲)

’’کون ایسا شخص ہے جو اس کے حضور اس کے اِذن کے بغیر سفارش کر سکے‘‘

• من دون اللہ کو شفاعت کا اِذن نہیں ہوگا

۱۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ (۴)

(۱) التحریم، ۶۶: ۴
(۲) البقرۃ، ۲: ۲۵۵
(۳) العنکبوت، ۲۹: ۴۱
(۴) الانعام، ۶: ۷۰

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

۲۔ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَo(۱)

’’(اس کے حضور) اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں، یہی (عظمت و قدرت والا) اللہ تمہارا رب ہے، سو تم اسی کی عبادت کرو، پس کیا تم (قبولِ نصیحت کے لئے) غور نہیں کرتے؟‘‘

۳۔ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاo(۲)

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

’’اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دے رکھا ہے اور اس (قرآن) کے ذریعے (ان کی آگاہی کی خاطر) نصیحت فرماتے رہئے تاکہ کوئی جان اپنے کئے کے بدلے سپردِ ہلاکت نہ کردی جائے (پھر) اس کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی۔‘‘

۲۔ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَo لا وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍo فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَo(۳)

’’سو (آج) نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہےo اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہےo سو کاش ہمیں ایک بار (دنیا میں) پلٹنا (نصیب) ہو جاتا تو ہم مومن ہو جاتےo‘‘

۳۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَo(۴)

(۱) یونس، ۱۰: ۳
(۲) مریم، ۱۹: ۸۷
(۳) الشعراء، ۲۶: ۱۰۰۔۱۰۲
(۴) الروم، ۳۰: ۱۳

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر	قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر
''(اس دن) لوگ شفاعت کے مالک نہ ہوں گے سوائے ان کے جنہوں نے (خدائے) رحمٰن سے وعدۂ (شفاعت) لے لیا ہے۔''	''اور ان کے (خود ساختہ) شریکوں میں سے ان کے لئے سفارشی نہیں ہوں گے اور وہ (بالآخر) اپنے شریکوں کے (ہی) مُنکِر ہو جائیں گے۔''
۴۔ **یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا** o(۱)	۴۔ **ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْئًا وَّ لَا یُنْقِذُوْنِ** o(۳)
''اس دن سفارش سود مند نہ ہوگی سوائے اس شخص (کی سفارش) کے جسے (خدائے) رحمٰن نے اذن (و اجازت) دے دی ہے اور جس کی بات سے وہ راضی ہوگیا ہے (جیسا کہ انبیاء و مرسلین، اولیاء، متقین، معصوم بچوں اور دیگر کئی بندوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے)۔''	''کیا میں اس (اللہ) کو چھوڑ کر ایسے معبود بنالوں کہ اگر خدائے رحمان مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ مجھے اُن کی سفارش کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکیں۔''
۵۔ **یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ** o(۲)	۵۔ **وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کٰظِمِیْنَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ** o(۴)
''وہ (اللہ) ان چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں اور	''اور آپ ان کو قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈرائیں جب ضبطِ غم سے کلیجے منہ کو

(۱) طٰہٰ، ۲۰: ۱۰۹

(۲) الانبیاء، ۲۱: ۲۸

(۳) یٰس، ۳۶: ۲۳

(۴) المؤمن، ۴۰: ۱۸

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

وہ (اس کے حضور) سفارش بھی نہیں کرتے مگر اس کے لئے (کرتے ہیں) جس سے وہ خوش ہوگیا ہو اور وہ اس کی ہیبت وجلال سے خائف رہتے ہیں۔‘‘

۳۔ انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کے معزز مہمان ہوں گے

انبیاء و رسل اور مؤمنین خدا کی بارگاہ میں صاحبانِ عزت، باحیثیت اور اعلیٰ جنتوں میں مہمان ہوگے نہ کہ بے عزت و ذلیل اور بے حیثیت۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍo[1]

’’بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔‘‘

۲۔ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

آئیں گے۔ ظالموں کے لئے نہ کوئی مہربان دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔‘‘

• مِنْ دُوْنِ اللہِ جہنم کا ایندھن ہوں گے

مشرکین اور یہود و نصاریٰ قیامت کے دن بے یارومددگار ہوں گے اور ان کے جھوٹے معبود اور بت ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے ان میں سے ہر ایک کو روزِ قیامت ہر عمل کی بری جزا ملے گی۔

۱۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَo[2]

’’بیشک تم اور وہ (بت) جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے (سب) دوزخ کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔‘‘

۲۔ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ج وَمَنْ

---

(۱) الحجر، ۱۵: ۴۵

(۲) الانبیاء، ۲۱: ۹۸

قرآن میں انبیاء واولیاء کا ذکر

رَبُّكُمْ ط قَالُوْا خَيْرًا ط لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ط وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ط وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ o جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَايَشَآءُوْنَ ط كَذٰلِكَ يَجْزِي اللهُ الْمُتَّقِيْنَ o(۱)

”اور پرہیزگار لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں: (دنیا و آخرت کی) بھلائی (اتاری ہے)، ان لوگوں کے لئے جو نیکی کرتے رہے اس دنیا میں (بھی) بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی بہتر ہے، اور پرہیزگاروں کا گھر کیا ہی خوب ہے o سدا بہار باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اِن میں اُن کے لئے جو کچھ وہ چاہیں گے (میسّر) ہوگا، اس طرح اللہ پرہیزگاروں کو صلہ عطا فرماتا ہے o“

۳۔ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا o(۲)

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ط وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ط مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا o(۳)

”اور اللہ جسے ہدایت فرما دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ان کے لئے اس کے سوا مددگار نہیں پائیں گے، اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی ہم انہیں (عذاب دینے کے لئے) اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔“

۴۔ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا o(۴)

(۱) النحل، ۱۶: ۳۰۔ ۳۱

(۲) مریم، ۱۹: ۸۵

(۳) الاسراء، ۱۷: ۹۷

(۴) مریم، ۱۹: ۸۶

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

’’جس دن ہم پرہیزگاروں کو جمع کرکے (خدائے) رحمٰن کے حضور (معزز مہمانوں کی طرح) سواریوں پر لے جائیں گے۔‘‘

۴۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَo(۱)

’’اور (اس دن) جنت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی۔‘‘

۵۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَo(۲)

’’پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو وہ باغاتِ جنت میں خوشحال و مسرور کر دیئے جائیں گے۔‘‘

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

’’اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہانک کر لے جائیں گے۔‘‘

۴۔ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ o وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَo(۳)

’’سو وہ (بت بھی) اس (دوزخ) میں اوندھے منہ گرا دیئے جائیں گے اور گمراہ لوگ (بھی)o اور ابلیس کی ساری فوجیں (بھی واصل جہنم ہونگی)o‘‘

۵۔ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَo مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِo(۴)

’’اُن (سب) لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے ساتھیوں اور پیروکاروں کو (بھی) اور اُن (معبودانِ باطلہ) کو (بھی) جنہیں وہ پوجا کرتے تھےo اللہ کو چھوڑ کر، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلوo‘‘

(۱) الشعراء، ۲۶: ۹۰

(۲) الروم، ۳۰: ۱۵

(۳) الشعراء، ۲۶: ۹۴۔ ۹۵

(۴) الصافات، ۳۷: ۲۲۔ ۲۳

قرآن میں انبیاء واولیاء کا ذکر

٦۔ هٰذَا ذِكۡرٌ ؕ وَ اِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ ۝ مُتَّكِئِيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّ شَرَابٍ ۝ وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ ۝[1]

’’یہ (وہ) ذکر ہے (جس کا بیان اس سورت کی پہلی آیت میں ہے)، اور بیشک پرہیزگاروں کے لئے عمدہ ٹھکانا ہے ۝ (جو) دائمی اِقامت کے لئے باغاتِ عدن ہیں جن کے دروازے اُن کے لئے کھلے ہوں گے ۝ وہ اس میں (مسندوں پر) تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اس میں (وقفے وقفے سے) بہت سے عمدہ پھل اور میوے اور (لذیذ) شربت طلب کرتے رہیں گے ۝ اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی (باحیا) ہم عمر (حوریں) ہوں گی ۝ یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا روزِ حساب کے لئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے ۝ بیشک یہ ہماری بخشش ہے اسے کبھی

(۱) ص، ۳۸: ۴۹۔ ۵۴

قرآن میں مِنۡ دُوۡنِ اللهِ کا ذکر

٦۔ اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِيۡ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوۡنَ ۝ ۚ لَا يُفَتَّرُ عَنۡهُمۡ وَهُمۡ فِيۡهِ مُبۡلِسُوۡنَ ۝ ۚ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ۝[2]

’’بیشک مُجرِم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ۝ جو اُن سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں نا امید ہو کر پڑے رہیں گے ۝ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے ۝ اور وہ (داروغۂ جہنّم کو) پکاریں گے: اے مالک! آپ کا رب ہمیں موت دے دے (تو اچھا ہے)۔ وہ کہے گا کہ (تم اب اسی حال میں ہی) ہمیشہ رہنے والے ہو ۝‘‘

(۲) الزخرف، ۴۳: ۷۴۔ ۷۷

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

بھی ختم نہیں ہوناo‘‘

۷۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍo (۱)

’’بیشک پرہیزگار لوگ اَمن والے مقام میں ہوں گے۔‘‘

۸۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍo (۲)

’’بیشک پرہیزگار باغوں اور چشموں میں (لطف اندوز ہوتے) ہوں گے۔‘‘

۴۔ انبیاء و اولیاء تر و تازہ چہروں کے ساتھ ہوں گے

۱۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌo اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌo (۳)

’’بہت سے چہرے اُس دن شگفتہ و تر و تازہ ہوں گےo اور (بلا حجاب) اپنے رب (کے حسن و جمال) کو تک رہے ہوں گےo‘‘

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

۷۔ مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًاo (۴)

’’(بالآخر) وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیئے گئے، پھر آگ میں ڈال دیئے گئے، سو وہ اپنے لئے اللہ کے مقابل کسی کو مددگار نہ پا سکے۔‘‘

• مِنْ دُوْنِ اللہ سیاہ چہروں کے ساتھ ذلیل و خوار ہوں گے

۱۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌo تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌo (۵)

’’اور کتنے ہی چہرے اُس دن بگڑی ہوئی حالت میں (مایوس اور سیاہ) ہوں گےo یہ گمان کرتے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ ایسی سختی کی جائے گی جو اُن کی کمر توڑ دے گیo‘‘

---

(۱) الدخان، ۴۴: ۵۱

(۲) الذاریات، ۵۱: ۱۵

(۳) القیامۃ، ۷۵: ۲۲۔۲۳

(۴) نوح، ۷۱: ۲۵

(۵) القیامۃ، ۷۵: ۲۴، ۲۵

قرآن میں انبیاء واولیاء کا ذکر

۲۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ o ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ o(۱)

”اسی دن بہت سے چہرے (ایسے بھی ہوں گے جو نور سے) چمک رہے ہوں گےo (وہ) مسکراتے ہنستے (اور) خوشیاں مناتے ہوں گےo“

۳۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ o لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ o فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ o لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً o فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ o فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ o وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ o وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ o وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ o(۲)

”اس دن بہت سے چہرے (حسین) بارونق اور ترو تازہ ہوں گےo اپنی (نیک) کاوشوں کے باعث خوش و خرم ہوں گےo عالی شان جنت میں (قیام پذیر) ہوں گےo اس میں کوئی لغوبات نہ سنیں گے

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللہ کا ذکر

۲۔ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ o تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ o(۳)

”اور بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر اس دن گرد پڑی ہوگیo (مزید) ان (چہروں) پر سیاہی چھائی ہوگیo یہی لوگ کافر (اور) فاجر (بدکردار) ہوں گےo“

۳۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ o عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ o تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً o تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ o لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ o لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ o(۴)

”اس دن کتنے ہی چہرے ذلیل وخوار ہوں گےo (اللہ کو بھول کر دنیاوی) محنت کرنے والے (چند روزہ عیش و آرام کی خاطر سخت) مشقتیں جھیلنے والےo دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گےo (انہیں) کھولتے ہوئے چشمہ سے (پانی) پلایا جائے گاo ان

---

(۱) عبس، ۸۰: ۳۸۔ ۳۹
(۲) الغاشیۃ، ۸۸: ۸۔ ۱۶
(۳) عبس، ۸۰: ۴۰۔ ۴۲
(۴) الغاشیۃ، ۸۸: ۲۔ ۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

(جیسے اہلِ باطل ان سے دنیا میں کیا کرتے تھے)o اس میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے o اس میں اونچے (بچھے ہوئے) تخت ہوں گےo اور جام (بڑے قرینے سے) رکھے ہوئے ہوں گےo اور غالیچے اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گےo اور نرم و نفیس قالین اور مسندیں بچھی ہوں گیo‘‘

۵۔ مؤمنین متقین ایک دوسرے کے دوست ہوں گے

۱۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ ط اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌo[1]

’’اور اہلِ ایمان مرد اور اہلِ ایمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں۔ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور

(۱) التوبۃ، ۹: ۷۱

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللهِ کا ذکر

کے لئے خار دار خشک زہریلی جھاڑیوں کے سوا کچھ کھانا نہ ہو گاo (یہ کھانا) نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک ہی دور کرے گاo‘‘

• مِنْ دُوْنِ اللهِ اور ان کے پیروکاروں کے درمیان پھوٹ ہوگی

۱۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ج وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ط لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَo[2]

’’اور بیشک تم (روزِ قیامت) ہمارے پاس اسی طرح تنہا آؤ گے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ (تنہا) پیدا کیا تھا اور (اموال و اولاد میں سے) جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا تھا

(۲) الانعام، ۶: ۹۴

قرآن میں انبیاء و اولیاء کا ذکر

زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت بجا لاتے ہیں، ان ہی لوگوں پر اللہ عنقریب رحم فرمائے گا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔‘‘

۲۔ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ٥[1]

’’سارے دوست و احباب اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے (انہی کی دوستی اور ولایت کام آئے گی)۔‘‘

قرآن میں مِنْ دُوْنِ اللهِ کا ذکر

وہ سب اپنی پیٹھ پیچھے چھوڑ آؤ گے، اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھیں گے جن کی نسبت تم (یہ) گمان کرتے تھے کہ وہ تمہارے (معاملات) میں ہمارے شریک ہیں۔ بیشک (آج) تمہارا باہمی تعلق (و اعتماد) منقطع ہوگیا اور وہ (سب) دعوے جو تم کیا کرتے تھے تم سے جاتے رہے۔‘‘

۲۔ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ٥[2]

’’تمہیں قیامت کے دن ہرگز نہ تمہاری (کافر و مشرک) قرابتیں فائدہ دیں گی اور نہ تمہاری (کافر و مشرک) اولاد، (اُس دن اللہ) تمہارے درمیان مکمّل جدائی کر دے گا (مؤمن جنت میں اور کافر دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے)، اور اللہ اُن کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے جو تم کر رہے ہو۔‘‘

(۱) الزخرف، ۴۳: ۶۷

(۲) الممتحنة، ۶۰: ۳

اس ساری بحث اور تقابلی جائزے کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کے بیان کا اطلاق بلا امتیاز اللہ کے نیک بندوں پر نہیں کیا جا سکتا صرف وہ اس زمرے میں آتے ہیں جن کے باب میں نفئ شرک اور ہر غیر اللہ سے نفئ استحقاقِ عبادت مذکور ہو کیونکہ عبادت و الوہیت فقط اللہ تبارک وتعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور اس شان کا مالک نہیں ہوسکتا لیکن وہ مقاماتِ قرآن جہاں نفئ شرک اور نفئ استحقاقِ عبادت کی بات نہ ہو رہی ہو بلکہ کفار و مشرکین اور ان کے مزعومہ معبودانِ باطلہ کی مذمت مقصود ہو وہاں مِنْ دُوْنِ اللهِ میں انبیائے کرام اور اولیاء وصلحاء اور مقربین شامل نہیں۔ فہمِ دین سے نابلد بعض لوگوں نے اپنے من گھڑت تصورِ توحید کے زعم میں ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کو ایک مستقل اصطلاح بنا ڈالا اور جہاں بھی اس کا تذکرہ آیا سیاق وسباق سمجھے بغیر بعض کو اس میں داخل کیا اور بعض کو اس میں سے خارج کیا۔ اس نادانی کے نتیجہ کے باعث الزام لگانے والوں کی طرف سے بھی زیادتی ہوئی اور جواب دینے والوں کی طرف سے بھی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ’’مِنْ دُوْنِ اللهِ‘‘ کا سیاق وسباق دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اس کا مذکورہ چیزوں سے تعلق ہی نہیں، یہ تو صرف ردِ شرک اور نفئ استحقاقِ عبادت کے لئے آتا ہے۔

الغرض یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ انبیاء و اولیاء قربِ خداوندی کا اور اس کی بارگاہِ اقدس تک رسائی اور وصول کا واسطہ، وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ ان کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام واجب و لازم ہے جو کہ قلبی تقویٰ و طہارت اور ایمانِ خالص کی دلیل و برہان ہے لہٰذا یہ تسلیم کرنا ضُروری ہے کہ من دون اللہ اور ہیں اور انبیاء و رسل اور اولیاء اللہ اور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تقرب اور توسط کے وسائل و ذرائع سے محرومی اور بُعد و دوری کا اوثان واصنام کے سوا کسی اور پر اطلاق کرنا سراسر باطل ہے اور منصبِ نبوت و ولایت کی توہین وتحقیر ہے۔

باب سوُم

وَلا تَدُعُ مَعَ اللہ کا صحیح مفہوم

دُعا مومن کا ہتھیار اور عبادت کا مغز ہے۔ یہ بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط و تعلق اور قربت کا ذریعہ ہے۔ دُعا اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے اور بندگانِ خدا کا محبوب عمل بھی۔ اصلاً، حقیقتاً اور شرعاً دُعا اللہ تعالیٰ کے حضور مانگی جاتی ہے اور یہ اسی کے لئے خاص ہے۔ پس توحید فی الدُعا سے مراد یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کو مستجیب الدعوات (دُعائیں قبول کرنے والا) تسلیم کیا جائے۔ اِسی کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے جائیں اور شدائد و مصائب اور مشکلات و آلام میں اُسی کے حضور گڑگڑا کر گریہ و زاری کی جائے۔

فقط اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس کی بارگاہ میں دُعا کرنا توحید فی الدعا ہے جبکہ اِس کے برعکس غیر اللہ کو حقیقی فریاد رس سمجھ کر اُن سے دعا کرنا شرک فی الدعا ہے۔

دُعا کے حوالے سے ایک عام غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ''دَعَا یَدْعُو'' کے ذریعے قرآن حکیم میں بہت سے مقامات پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فَـلَا تَدْعُوْا مَعَ اللهِ اَحَدًاo (۱)

''پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش مت کیا کرو۔''

اسی مضمون پر مشتمل بہت سی آیات سے برخود غلط استدلال کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھایا جاتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو نداء ''یا'' کے ساتھ مخاطب کرنا اور متوجہ کرنا شرک ہے چنانچہ بعض لوگ بتوں کی پرستش کے بارے میں نازل ہونے والی آیات سے مغالطہ پیدا کر کے ان کو اہل اللہ سے منسوب کرتے ہیں۔ اِس مغالطہ آفرینی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ

(۱) الجن، ۷۲:۱۸

انہوں نے "دعا یدعو" کا صحیح معنی و مفہوم نہیں سمجھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ دُعا کا معنی اور اس کے اطلاقات کو قرآنی آیات کے تناظر میں صحیح سیاق و سباق سے دیکھا جائے۔

قرآن حکیم میں لفظِ دُعا کے معانی

لفظِ دُعا، دَعُوٌ یا دَعُوَۃٌ سے مشتق ہے، جس کا لغوی معنی بلانا یا دعا کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ دُعا تین مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ دُعا بمعنی دعوت (Invitation)

۲۔ دعا بمعنی التجا (Supplication)

۳۔ دُعا بمعنی عبادت (Worship)

اب ہم بالترتیب مذکورہ بالا تینوں معانی کی مثالیں قرآنِ حکیم سے پیش کرتے ہیں:

(۱) دُعا بمعنی دعوت

دُعا کا پہلا اور معروف معنی دعوت دینا یعنی بُلانا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

۱۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ط وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (۱)

"(اے حبیبِ مکرم!) فرما دیجئے: یہی میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر (قائم) ہوں، میں (بھی) اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

۲۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (۲)

"(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت

(۱) یوسف، ۱۲:۱۰۸

(۲) النحل، ۱۶:۱۲۵

کے ساتھ بلائیے۔‘‘

۳۔ وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ج۔(۱)

’’اور ہم نے انہیں (دوزخیوں کا) پیشوا بنا دیا کہ (وہ لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔‘‘

۴۔ وَ يٰقَوۡمِ مَالِيۡۤ اَدۡعُوۡكُمۡ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدۡعُوۡنَنِيۡۤ اِلَى النَّارِ○(۲)

’’اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔‘‘

۵۔ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ○(۳)

’’اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: بیشک میں (اللہ عزوجل اور حضور نبی اکرم ﷺ کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔‘‘

۶۔ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ ط.(۴)

’’مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے (وہ توحید کی بات) جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں۔‘‘

۷۔ هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ج۔(۵)

(۱) القصص، ۴۱:۲۸

(۲) المؤمن، ۴۱:۴۰

(۳) حم السجدة، ۳۳:۴۱

(۴) الشورىٰ، ۱۳:۴۲

(۵) محمد، ۳۸:۴۷

’’یاد رکھو تم وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔‘‘

۸۔ مزید ارشاد ہوا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ (۱)

’’اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ رسول (ﷺ) تمہیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک (اللہ) تم سے مضبوط عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔‘‘

مذکورہ بالا آیاتِ قرآنی میں دعا بمعنی دعوت اِستعمال ہوا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی شان میں بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ داعی الی اللہ ہیں اور مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

(۲) دُعا بمعنی التجا

دَعَا يَدْعُو کا دوسرا اطلاق پکارنا ہے یعنی بعض جگہ دعا یدعو دعا کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور اس کے عاجز بندے دعا کرتے ہیں اور وہ ان دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جب کوئی سائل اپنے ہاتھ اٹھا کر مانگتا ہے تو اس وقت التجا کی صورت میں دعا عبادت شمار ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ (۲)

’’اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول

(۱) الحدید، ۵۷:۸

(۲) المؤمن، ۴۰:۶۰

کروں گا۔‘‘

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(ادعونی) وحدونی قال رسول اللہ ﷺ: الدعاء هو العبادة۔ (۱)

’’صرف مجھ ہی سے دعا کرو، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دُعا عبادت ہے۔‘‘

اس حدیثِ پاک کی رو سے وہ دُعا شرک ہے جو غیر اللہ سے ہو اور بطورِ عبادت ہو لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ محض پکارنا ہرگز عبادت نہیں۔

ذاتِ باری تعالیٰ حقیقی معین و مغیث اور مددگار ہے۔ قرآن مجید میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی اکرم سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ تک کئی انبیاء علیہم السلام کی وہ دعائیں مذکور ہیں جنہیں باری تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اسی طرح سابقہ اُمم کے لوگوں کا مختلف احوال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا ذکر بھی قرآن مجید میں ملتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں جن آیاتِ مبارکہ میں دَعَا یَدْعُوْ بمعنی ’’دعا‘‘ استعمال ہوا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ **هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ۔** (۲)

’’اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی۔‘‘

۲۔ **قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ○** (۳)

’’آپ (ان کافروں سے) فرمائیے: ذرا یہ تو بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے

(۱) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر

(۲) آل عمران، ۳: ۳۸

(۳) الانعام، ۶: ۴۰۔ ۴۱

یا تم پر قیامت آ پہنچے تو کیا (اس وقت عذاب سے بچنے کے لئے) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو۔ (ایسا ہرگز ممکن نہیں) بلکہ تم (اب بھی) اسی (اللہ) کو ہی پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہے تو ان (مصیبتوں) کو دور فرما دیتا ہے جن کے لئے تم (اسے) پکارتے ہو اور (اس وقت) تم ان (بتوں) کو بھول جاتے ہو جنہیں (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔‘‘

۳۔ **قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا**......(۱)

’’ارشاد ہوا: بے شک تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، سو تم دونوں ثابت قدم رہنا۔‘‘

۴۔ **قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ**۔(۲)

’’فرما دیجئے کہ اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو، جس نام سے بھی پکارتے ہو (سب) اچھے نام اسی کے ہیں۔‘‘

۵۔ **وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ**......(۳)

’’اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے پھر جب (اللہ) اُسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا۔‘‘

۶۔ **لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ**

(۱) یونس، ۸۹:۱۰

(۲) بنی اسرائیل، ۱۱۰:۱۷

(۳) الزمر، ۸:۳۹

قَنُوْطٌ○[۱]

''انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا اور اگر اسے برائی پہنچ جاتی ہے تو بہت ہی مایوس، آس اور امید توڑ بیٹھنے والا ہو جاتا ہے۔''

۷۔ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ○[۲]

''اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعا کرنیوالا ہوجاتا ہے۔''

۸۔ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ○[۳]

''سوانہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں (اپنی قوم کے مظالم سے) عاجز ہوں پس تو انتقام لے۔''

مذکورہ بالا تمام آیات میں دعا کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العزت کو حقیقی معین و مغیث جان کر اُسی سے ہی دُعا کی جائے بلاشک و ریب وہی مجیب الدعوات ہے۔

(۳) دُعا بمعنی عبادت

محاورۂ قرآنی میں یہ بات بڑی عام اور متداول ہے کہ جہاں عبادت کا معنی مراد ہو وہاں قرآن یدعون کا استعمال کرتا ہے اور عموماً جہاں ''دعا'' من دون اللہ یا مع اللہ کے ساتھ استعمال ہو، وہاں عبادت مراد ہوتی ہے۔ قرآن حکیم میں اس معنی کے حوالے سے کثیر آیات وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔[۴]

(۱) حم السجدہ، ۴۱:۴۹

(۲) حم السجدۃ، ۴۱:۵۱

(۳) القمر، ۵۴:۱۰

(۴) الانعام، ۶:۵۲

’’اور آپ ان (شکستہ دل اور خستہ حال) لوگوں کو (اپنی صحبت و قربت سے) دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے رہتے ہیں۔‘‘

۲۔ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ ط۔(۱)

’’فرما دیجئے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان (جھوٹے معبودوں) کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔‘‘

۳۔ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا۔(۲)

’’فرما دیجئے: کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جو ہمیں نہ (تو) نفع پہنچا سکے اور نہ (ہی) ہمیں نقصان دے سکے۔‘‘

۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔(۳)

’’بے شک جن (بتوں) کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ بھی تمہاری ہی طرح (اللہ کے) مملوک ہیں۔‘‘

۵۔ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ شَیْئٍ۔(۴)

’’سو ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے۔‘‘

۶۔ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ ج۔(۵)

---

(۱) الانعام، ۶:۵۶

(۲) الانعام، ۶:۷۱

(۳) الاعراف، ۷:۱۹۴

(۴) هود، ۱۱:۱۰۱

(۵) النحل، ۱۶:۸۶

www.MinhajBooks.com

’’اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک تھے جن کی ہم تجھے چھوڑ کر پرستش کرتے تھے۔‘‘

۷۔ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلٰـھًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا٭[۱]

’’ہم اس کے سوا ہرگز کسی (جھوٹے) معبود کی پرستش نہیں کریں گے (اگر ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور حق سے ہٹی ہوئی بات کریں گے۔‘‘

۸۔ یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَمَا لَا یَنْفَعُہٗ ط ذٰلِکَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ٭ یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ ط لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَ لَبِئْسَ الْعَشِیْرُ٭[۲]

’’وہ (شخص) اللہ کو چھوڑ کر اس (بت) کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکے اور نہ ہی اسے نفع پہنچا سکے، یہی تو (بہت) دور کی گمراہی ہے۔ وہ اسے پوجتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، وہ کیا ہی برا مددگار ہے اور کیا ہی برا ساتھی ہے۔‘‘

۹۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ۔[۳]

’’بیشک جن (بتوں) کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی (بھی) پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ وہ سب اس (کام) کیلئے جمع ہو جائیں۔‘‘

۱۰۔ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰھًا اٰخَرَ لا لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ لا[۴]

(۱) الکہف، ۱۸:۱۴

(۲) الحج، ۲۲:۱۲۔۱۳

(۳) الحج، ۲۲:۷۳

(۴) المؤمنون: ۲۳:۱۱۷

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔''

۱۱۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ج(۱)

''اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں۔''

۱۲۔ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ط (۲)

''پھر ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ (بت) جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے۔ اللہ کے سوا، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہوگئے بلکہ ہم تو پہلے کسی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے۔''

۱۳۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ. (۳)

''اور وہ سب (بت) اُن سے غائب ہو جائیں گے جن کی وہ پہلے پوجا کرتے تھے۔''

۱۴۔ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ. (۴)

''اور جن کی یہ (کافر لوگ) اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ (تو) شفاعت کا

(۱) الفرقان، ۲۵:۶۸

(۲) المؤمن، ۴۰:۷۳۔ ۷۴

(۳) حم السجدہ، ۴۱:۴۸

(۴) الزخرف، ۴۳:۸۶

(کوئی) اختیار نہیں رکھتے۔‘‘

دُعا بمعنی عبادت: جمہور مفسرین کی صراحت

مندرجہ بالا تمام آیاتِ مبارکہ کے ایسے مقامات میں جہاں دُعا کا معنی عبادت ہے وہاں اس سے مراد بتوں کی عبادت لی گئی ہے۔ عبادت کے معنی میں دعا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لئے جائز نہیں جیسا کہ کفار و مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے لیکن اس مفہوم کو انبیاء اور اولیاء عظام کو توسلاً پکارنے پر منطبق کرنا صریحاً منشاء قرآن کی خلاف ورزی ہے۔ ایسے مقامات پر جمہور مفسرینِ کرام نے بھی دعا یدعو سے عبادت مراد لیا ہے محض پکارنا نہیں، چند ایک حوالہ جات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ تفسیر ابنِ عباس

رئیس المفسرین سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر ’تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس‘‘ میں آیاتِ قرآنی میں دعا یدعو سے مشتق الفاظ جب مِنْ دُوْنِ اللهِ کے ساتھ ہوں تو ان کے معانی ’’عبادت و پرستش‘‘ اور مِنْ دُوْنِ اللهِ سے مراد ’’کفار و مشرکین کے بت اور طواغیت‘‘ ہیں۔

۱۔ سورۃ الانعام، ۶:۵۶

(اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون (مِنْ دُوْنِ اللهِ) من الأوثان

یہاں تَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَ ہے (یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور مِنْ دُوْنِ اللهِ کا معنی مِنَ الْأَوْثَانِ (بت) ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تَدْعُوْنَ سے محض پکارنا مراد نہیں لیا بلکہ ان کے

نزدیک اس کا معنی عبادت کرنا ہے جبکہ مِنْ دُوْنِ اللهِ کا معنی بت ہیں۔[1]

۲۔ سورۃ الانعام، ۶:۷۱

(اَنَدْعُوْ) تأمروننا ان تعبد (مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا) ان عبدناه فی الدنيا و الآخرة (وَلَا يَضُرُّنَا) إن لم نعبده فی الدنيا والآخرة.[2]

أَنَدْعُوْا کا معنی ہے کہ تم ہمیں یہ کہتے ہو کہ ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جو ہمیں دنیا اور آخرت میں کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے خواہ ہم عبادت کریں اور نہ ہی ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں خواہ ہم ان کی عبادت نہ بھی کریں۔

۳۔ سورۃ الانعام، ۶:۱۰۸

(وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ) يعبدون.[3]

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ کا معنی ہے اور (اے مسلمانو!) تم ان جھوٹے معبودوں کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔

یہاں بھی يَدْعُوْنَ کا معنی محض پکارنا نہیں بلکہ يَعْبُدُوْنَ عبادت اور پرستش کرنا، ہے۔

۴۔ سورۃ الأعراف، ۷:۱۹۴

(إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون (مِنْ دُوْنِ اللهِ) من الأصنام.[4]

اس آیت کریمہ میں بھی تَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَ عبادت کرنا اور مِنْ دُوْنِ اللهِ کے معنی مِنَ الْأَصْنَامِ یعنی بت ہیں۔

۵۔ سورۃ الاعراف، ۷:۱۹۷

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون (مِنْ دُوْنِهٖ) مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنَ الأوثان.[5]

اور جن (بتوں) کو تم اس کے سوا پوجتے ہو۔

(۱-۵) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس

یہاں بھی تَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَ ہے (جن کی تم عبادت کرتے ہو) اور من دونہ سے مراد أوثان (بت) ہیں۔

۶۔ سورۃ یونس، ۱۰۶:۱۰

(وَلَا تَدْعُ) لا تعبُدْ.[۱]

وَلَا تَدْعُ سے مراد لا تعبد (عبادت نہ کرو) ہے۔

۷۔ سورۃ ھود، ۱۰۱:۱۱

(یَدْعُوْنَ) یعبدون.[۲]

یَدْعُونَ کا معنی یَعْبُدُوْنَ (وہ پوجتے تھے) ہے۔

۸۔ سورۃ النحل، ۸۶:۱۶

(کُنَّا نَدْعُوْا) نعبد.

کُنَّا نَدْعُوْا کا معنی کُنَّا نَعْبُدُ (جس کی ہم عبادت کرتے تھے) ہے۔

۹. سورۃ الکھف، ۱۸ : ۱۴

(لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖٓ) لن نعبد من دون اللہ.[۳]

لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِہٖٓ کا معنی لَنْ نَعْبُدَ مِنْ دُوْنِ اللہِ (ہم اللہ کے سوا ہرگز کسی (جھوٹے) معبود کی عبادت نہیں کریں گے) ہے۔

۱۰۔ سورۃ الحج، ۱۲:۲۲

(یَدْعُوْا) یعبد.[۴]

(۱-۴) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس

یدعوا کا معنی یعبد (عبادت کرنا ہے) ہے۔

۱۱۔ سورۃ الحج، ۷۳:۲۲

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون (مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) من الأوثان.(۱)

’’بیشک جن (بتوں) کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں بھی تدعون کا معنی تعبدون (تم عبادت کرتے ہو) ہے اور من دون اللہ کا معنی من الأوثان (بت) ہے۔

۱۲۔ سورۃ المؤمنون، ۱۱۷:۲۳

(وَمَنْ یَّدْعُ) یعبد (مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) من الأوثان.(۲)

اور جو شخص اللہ کے سوا بتوں کی عبادت کرتا ہے۔

اس آیت میں بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر کے مطابق یَدْعُ کا معنی یَعْبُدُ اور اِلٰهًا آخر کا معنی اوثان ہے۔

۱۳۔ سورۃ الفرقان، ۶۸:۲۵

(وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ) لا یعبدون مع اللہ (اِلٰهًا اٰخَرَ) من الأصنام.(۳)

لا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ کا معنی لَا یَعْبُدُوْنَ مَعَ اللّٰهِ (وہ لوگ اللہ کے ساتھ عبادت نہیں کرتے) اِلٰهًا اٰخَرَ کا معنی من الأصنام (بتوں میں سے) ہے۔

۱۴۔ سورۃ المؤمن، ۷۴:۴۰

(بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا) نعبد.(۴)

(۱-۴) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس

نَدْعُوا کا معنی نَعْبُدُ (ہم عبادت نہیں کرتے تھے) ہے۔

۱۵۔ سورۃ الزخرف، ۸۶:۴۳

(وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) یعبدون (مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ). (۱)

’’اور جن کی یہ (کافر لوگ) اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ (تو) شفاعت کا (کوئی) اختیار نہیں رکھتے۔‘‘

یہاں بھی یدعون کا معنی یعبدون ہے۔

۱۶۔ سورۃ الجن، ۱۸:۷۲

(فَلَا تَدْعُوْا) فلا تعبدوا. (۲)

فلا تدعوا کا معنی فلا تعبدوا (پرستش مت کیا کرو) ہے۔

۲۔ تفسیر بغوی

امام بغوی کے نزدیک بھی جب مِنْ دُوْنِ اللهِ کے ساتھ دَعَا یَدْعُوْ کا استعمال ہو تو عبادت کا معنی دیتا ہے۔ سورہ النحل کی آیت ۸۶ کے تحت وہ رقمطراز ہیں:

(کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ) أربابًا و نعبدهم. (۳)

کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ کا معنی ہے وہ جھوٹے معبود جن کی ہم تجھے چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔

(۱-۲) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس

(۳) بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۸۱

۳۔ تفسیر نسفی

معروف مفسر امام نسفی کے نزدیک بھی جب تدعون کے الفاظ مِنْ دُوْنِ اللهِ کے ساتھ آئیں تو اس سے مراد عبادت ہوتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۹۴ کے تحت وہ لکھتے ہیں:

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ) أی تعبدونهم و تسمونهم آلهة.(۱)

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کا معنی ہے (بے شک جن بتوں کی) تم عبادت کرتے ہو اور انہیں معبود سمجھتے ہو۔

۴۔ تفسیر ابنِ کثیر

امام ابنِ کثیر نے بھی مِنْ دُوْنِ اللهِ کے ساتھ یدعون اور تدعون کا معنی عبادت کیا ہے۔

۱۔ سورۃ هود، ۱۰۱:۱۱

(فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ) أوثانهم (الَّتِیْ) یعبدونها و یدعونها (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ) ما نفعوهم ولا انقذهم لما جاء أمر الله بإهلاكهم.(۲)

فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ سے مراد اوثانهم (ان کے بت) ہے جن کی وہ عبادت کرتے اور پکارتے (مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ) کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انہوں

(۱) نسفی، مدارك التنزیل، ۲: ۱۲۸

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۴۶۰

نے کبھی بھی انہیں نفع پہنچایا اور نہ وہ انہیں اس وقت بچا سکے جب اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ فرمایا۔

۲۔ سورۃ الحج، ۲۲:۷۳

(اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّلَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ) أی لو اجتمع جمیع ما تعبدون من الأصنام و الانداد علی ان یقدروا علی خلق ذباب واحد.[۱]

اس آیت کا معنی ہے یعنی اگر وہ سب بت اور جھوٹے معبود بھی جمع ہو جائیں جن کی تم عبادت کرتے ہو تب بھی وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتے کہ ایک مچھر کی بھی تخلیق کر سکیں۔

۳۔ سورۃ المؤمن، ۴۰:۷۴

(لَمۡ نَکُنۡ نَّدۡعُوۡا مِنۡ قَبۡلُ شَیۡئًا) أی جحدوا عبادتھم.[۲]

اس میں آیت کا معنی ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت بجا لانے کا انکار کیا تو پتہ چلا کہ ہر جگہ ''دَعَا یَدۡعُوۡ'' کا معنی محض پکارنا نہیں بلکہ جب وہ مِنۡ دُوۡنِ اللہِ کے ضمن میں ہو تو قرآنی اصول کے مطابق وہاں اس سے مراد عبادت ہوتی ہے اور یہی شرک ہے۔

۵۔ تفسیر الجلالین

عالم اسلام کے دینی تدریسی حلقوں میں متداول معروف تفسیر جلالین میں بھی قرآنی اصول کے مطابق مِنۡ دُوۡنِ اللہِ کے ساتھ یدعون اور تدعون کا معنی عبادت ہے۔

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳:۲۳۵

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴:۸۸

۱۔ سورۃ الانعام، ۶:۵۶

(اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون[۱]

اس آیت کریمہ میں تَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَ (تم عبادت کرتے ہو) ہے۔

۲۔ سورۃ الاعراف، ۷:۱۹۴

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) تعبدون[۲]

’’بے شک جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو۔‘‘

تَدْعُوْنَ سے مراد تَعْبُدُوْنَ (تم عبادت کرتے ہو) ہے۔

۳۔ سورۃ یونس ۱۰:۱۰۶

(وَلَا تَدْعُ) تَعْبد.[۳]

وَلَا تَدْعُ کا معنی وَلَا تَعْبُدْ (اور تم عبادت نہ کرو) ہے۔

۴۔ سورۃ ھود، ۱۱:۱۰۱

(یَدْعُوْنَ) أی یَعبدون.[۴]

یَدْعُوْنَ کا معنی یَعْبُدُوْنَ (عبادت کرتے تھے) ہے۔

۵۔ سورۃ الحج، ۲۲:۱۲

(یَدْعُوْا) یعبد (مِنْ دُوْنِ اللهِ) من الصنم (مَا لَا یَضُرُّهٗ) إن لم یعبده (وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ) إن عبده.[۵]

یَدْعُوْا کا معنی یَعْبُدُ (عبادت کرتا ہے) ہے مِنْ دُوْنِ اللهِ کا معنی من الصنم

(۱۔۵) تفسیر الجلالین

(بت) ہے مَا لَا یَضُرُّہٗ کا معنی ہے جو اسے نقصان نہیں پہنچا سکتے اگرچہ عبادت نہ بھی کریں اور وَمَا لَا یَنْفَعُہٗ کا معنی (جو اسے نفع نہیں پہنچا سکتے اگرچہ اس کی عبادت بھی کریں) ہے۔

۶۔ سورۃ الحج، ۲۲:۷۳

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ) أی غیرہ و هم الأصنام.[۱]

تَدْعُوْنَ یعنی تَعْبُدُوْنَ (عبادت کرتے ہیں) مِنْ دُوْنِ اللهِ سے، اللہ کے ما سوا بت مراد ہیں۔

۷۔ سورۃ المؤمن، ۴۰:۷۴

(مِنْ دُوْنِ اللهِ) معه و هی الأصنام

مِنْ دُوْنِ اللهِ سے مراد أصنام (بت) ہیں۔

(بَلْ لَّمْ نَکُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا) أنکروا عبادتهم إیاها.[۲]

اس آیتِ کریمہ میں کفار ومشرکین نے بتوں کی عبادت بجا لانے کا انکار کیا ہے محض پکارنے کا نہیں۔

۸۔ سورۃ الزخرف، ۴۳:۸۶

(وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ) یعبدون أی الکفار.[۳]

اس آیت میں بھی یَدْعُوْنَ کا معنی یَعْبُدُوْنَ (کفار کا بتوں کی عبادت کرنا) ہے۔

(۱-۳) تفسیر الجلالین

۹۔ سورۃ الجن، ۷۲:۱۸

(وَ اَنَّ الْمَسَاجِدَ) مواضع الصلاة (لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا) فيها (مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا) بأن تشركوا كما كانت اليهود و النصارى اذا دخلوا كنائسهم و بيعهم أشركوا.[1]

اس آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ مساجد اللہ کے لئے نماز کی جگہ ہیں بس اس میں اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو، کہ تم اس طرح شرک کرو جس طرح یہود و نصاریٰ جب اپنی عبادت گاہوں میں جاتے تھے اور شرک کرتے تھے۔

۶۔ تفسیر فتح القدیر

علامہ شوکانی نے بھی اپنی تفسیر ''فتح القدیر'' میں دَعَا یَدْعُوْ جب مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی عبادت کیا ہے۔

۱۔ سورۃ الانعام، ۶:۵۶

(قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ) أمره الله سبحانه أن يعود إلى مخاطبة الكفار و يخبرهم بأنه نهى عن عبادة ما يدعونه و يعبدونه من دون الله.[2]

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا کہ کفار کی باتوں کا جواب دیا جائے اور انہیں آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بتوں کو بطور عبادت پکارنے سے منع فرمایا ہے جن کی یہ کفار اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔

(۱) تفسیر الجلالین

(۲) شوکانی، فتح القدیر، ۲: ۱۲۲

۲۔ سورۃ الانعام، ۶:۷۱

(قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللهِ) أی کیف ندعوا من دون الله أصناما لا تنفعنا بوجه من وجوه النفع إن أردنا منها نفعا و لا نخشی ضرها بوجه من الوجوه، ومن کان هکذا فلا یستحق العبادة.(۱)

قُلْ اَنَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللهِ سے مراد ہے: ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کی عبادت کریں جو ہمیں کسی طرح بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے خواہ ہم ان سے کسی نفع کی توقع رکھیں اور نہ ہمیں ان سے کسی قسم کے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ پس جن کی اتنی سی حیثیت ہو وہ ہرگز عبادت کے لائق نہیں ہوسکتے۔

۳۔ سورۃ ھود، ۱۱:۱۰۱

(فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ) أی فما دفعت عنهم أصنامهم التی یعبدونها من دون الله شیئا من العذاب.(۲)

(فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمْ) سے مراد ہے جن بتوں کی وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ ان کفار سے اللہ تعالیٰ کا عذاب نہ ٹال سکے۔

۴۔ سورۃ النحل، ۱۶:۸۶

(الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ) أی الذین کنا نعبدهم من دونک.(۳)

(اَلَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ) سے مراد ہے: یہی ہمارے شریک تھے ہم

(۱) شوکانی، فتح القدیر، ۲:۱۳۰

(۲) شوکانی، فتح القدیر، ۲:۵۲۴

(۳) شوکانی، فتح القدیر، ۳:۱۸۷

تجھے چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے تھے۔

۵۔ سورۃ الحج، ۲۲:۱۲

(یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) أی یعبد متجاوزا عبادة الله الی عبادة الاصنام (مَا لَا یَضُرُّهٗ) إن ترک عبادته، (وَلَا یَنْفَعُهٗ) إن عبده لکون ذلک المعبود جمادا لا یقدر علی ضرر ولا نفع.

یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے مراد ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے سوا ان بتوں کی عبادت کرتا ہے جو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر چہ وہ اس کی عبادت ترک بھی کرے اور نہ وہ بت اسے کوئی نفع پہنچا سکتا ہے خواہ وہ اس کی عبادت بھی کرے اس لئے کہ وہ جس بت کی عبادت کرتا ہے وہ تو ایک بے جان چیز ہے جو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہی نہیں۔

۶۔ سورۃ الحج، ۲۲:۷۳

(اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ) والمراد بما یدعونه من دون الله: الاصنام التی کانت حول الکعبة و غیرها.

و قیل المراد بهم السعادة الذین صرفوهم عن طاعة الله لکونهم أهل الحل و العقد فیهم.

و قیل الشیاطین الذین حملوهم علی معصیة الله، والأول أوفق بالمقام و أظهر فی التمثیل.(۱)

’’اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ سے مراد ایک تو وہ بت ہیں جو کعبۃ اللہ کے اردگرد تھے یا اس کے علاوہ دیگر بت جن کی مشرکین اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے۔

(۱) شوکانی، فتح القدیر، ۳:۴۲۹

دوسرا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے وہ سردار اور وڈیرے مراد ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی اطاعت سے روکا کیونکہ وہی ان کے ارباب بست وکشاد تھے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد وہ شیاطین ہیں جنہوں نے ان کو اللہ کی معصیت پر ابھارا۔ مذکورہ معانی میں سے پہلا معنی مقام ومحل اور تمثیل کے اعتبار سے زیادہ موافق ہے۔‘‘

۷۔ سورۃ المؤمنون، ۲۳: ۱۱۷

(وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) يعبده مع الله أو يعبده وحده.(۱)

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے ساتھ کسی اور بت کی عبادت کرتا ہے یا اکیلے صرف بت کی عبادت کرتا ہے۔

۸۔ سورۃ المؤمن، ۴۰: ۷۴

(بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا) أی لم نکن نعبد شيئا.(۲)

بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا سے مراد ہے: ہم تو پہلے کسی بھی چیز کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

۹۔ سورۃ الزخرف، ۴۳: ۸۶

(وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ) أی لا يملک من يدعونه من دون الله من الأصنام.(۳)

www.MinhajBooks.com

---

(۱) شوکانی، فتح القدير، ۳: ۵۰۱

(۲) شوکانی، فتح القدير، ۴: ۵۰۲

(۳) شوکانی، فتح القدير، ۴: ۵۶۷

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ سے مراد ہے: یہ کفار اللہ کے سوا جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ (تو شفاعت کا) اختیار نہیں رکھتے۔

۷۔ تفسیر روح المعانی

امام محمود آلوسی بھی اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں مِنْ دُوْنِ اللهِ کے ساتھ دَعَا يَدْعُوْ کا معنی عبادت کرتے ہیں۔

۱۔ سورۃ الانعام، ۵۶:۶

(تَدْعُوْنَ) أی تعبدونهم.[۱]

تَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَهُمْ (تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو) ہے۔

۲۔ سورۃ الاعراف، ۱۹۴:۷

(اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ) ...... أی ان الذین تعبدونهم (مِنْ دُوْنِ اللهِ).[۲]

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ کا معنی ہے یعنی بے شک جن بتوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔

۳۔ سورۃ الجن، ۱۸:۷۲

(فَلَا تَدْعُوْا) اَیْ فَلَا تعبدوا فیها.[۳]

فَلَا تَدْعُوْا یعنی مسجدوں میں اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کیا کرو۔

---

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۱۶۸:۷

(۲) آلوسی، روح المعانی، ۱۴۳:۹

(۳) آلوسی، روح المعانی، ۱۰۴:۲۹

۸۔ الفوز الکبیر

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ برصغیر پاک و ہند کے ان علماء ربانیین میں سے ہیں جو غیر متنازع شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ ہر مسلک کے مسلمانوں کے ہاں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ علوم القرآن پر ان کی اتنی گرفت ہے کہ ان کی تصنیف لطیف ''الفوز الکبیر'' سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی کتاب میں انہوں نے قرآنی اصول کا تعین کرتے ہوئے بطور نمونہ چند ایک آیات کے معانی بھی بیان کئے ہیں چنانچہ سورۃ الانعام، ۶: ۵۶ کے تحت وہ لکھتے ہیں:

(تَدْعُوْنَ مِن دُوْنِ اللهِ) تَعْبُدُوْنَ.[۱]

تَدْعُوْنَ مِن دُوْنِ اللهِ کا معنی ہے: جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ یہاں انہوں نے بعض لوگوں کی طرف سے پیدا کردہ اس مغالطے کا رد کر دیا جو آیات کی غلط تفسیر و تاویل کر کے محض کسی کو پکارنے پر شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ وہ اپنے استدلال کی بنیاد یہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں ''تدعون'' آیا ہے تعبدون نہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک بھی قرآن کے ایسے مقامات پر تَدْعُوْنَ/ يَدْعُوْنَ کا معنی تَعْبُدُوْنَ اور يَعْبُدُوْن یعنی عبادت و پرستش ہے۔

قرآن حکیم میں وارد شدہ الفاظ کے صحیح اور درست معنی کا تعین وہ شخص کر سکتا ہے جس نے قرآن مجید کا عمیق اور گہرا مطالعہ کیا ہو اور جسے علوم القرآن پر دسترس حاصل ہو۔ پس وہ اکابر ائمہ و مفسرین جو علماء ربانیین میں سے ہیں اور علومِ قرآن میں جن کی تحقیق و مہارت میں کسی کو شک و شبہ نہیں انہوں نے جو معانی و مفاہیم متعین کئے اس پر کسی سطحی علم رکھنے والے شخص کی رائے کا کوئی وزن نہیں۔

آیات کی غلط تفسیر و تاویل کے ذریعے ممانعت کا اطلاق استغاثہ اور توسُّل جیسے

(۱) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر: ۱۳۰

جائز شرعی امور پر نہیں کیا جا سکتا۔ کفار و مشرکین بزعمِ خویش اللہ جل مجدہ کے خلاف اپنے جھوٹے معبودوں اور بتوں کو پکارتے تھے لہٰذا اگر کوئی عقیدتاً (معاذ اللہ) اللہ کے مقابلے میں کسی کو پکارے تو یہ شرک اور کفر ہے۔

امام سیوطی (سورۂ یونس، ۱۰: ۳۸) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(وَ ادْعُوْا) لِلْإعانة عليه.[۱]

''تم اللہ کے مقابلے میں اپنے جھوٹے معبودوں کو پکارو۔''

جب ہم انبیاء اور اولیاء سے استعانت و استغاثہ کی بات کرتے ہیں تو کبھی بھی انہیں اللہ کے مقابلے میں نہیں لاتے۔ بعض لوگ جن آیات کا حوالہ دے کر شرک کا الزام لگاتے ہیں ان کا سیاق و سباق دیکھنے سے اس بات کا صاف پتا چلتا ہے کہ یہ آیات کفار و مشرکین کیلئے نازل ہوئی ہیں اور ان کا انبیاء علیھم السلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ لہٰذا ان کا اطلاق مسلمانوں پر کرنا صریحاً گناہ ہے۔ اجل مفسّرین کے نزدیک روئے زمین پر بد ترین مخلوق وہ ہیں جو کفار اور مشرکین کے حق میں اتری ہوئی آیات کا مسلمانوں اور مومنین پر اطلاق کرتے ہیں۔

اِستعانت و استغاثہ کی صورت میں نبی یا ولی کے توسُّل سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً بالکل جائز ہے منافی توحید نہیں کیونکہ اس میں اللہ جل مجدہٗ کے اس برگزیدہ بندے سے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔ اس موضوع پر ہماری تصانیف عقیدۂ توسُّل اور مسئلہ استغاثہ اور اس کی شرعی حیثیت کا مطالعہ کریں۔

www.MinhajBooks.com

(۱) تفسیر الجلالین

دُعا بمعنی عبادت ہو تو شرک ہے

توحید فی الدعاء کے باب میں شرک اس وقت ہوتا ہے جب وہ دُعا بمعنی عبادت ہو جیسا کہ کفار و مشرکین کے متعلق قرآن حکیم میں بصراحت ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر غیر سے عبادت کی نفی کے لئے قرآن مجید میں لفظ مِنْ دُوْنِ اللهِ استعمال ہوا ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللهِ کے استعمال میں حکمت یہ ہے کہ عبادتِ الٰہی کا مقام اتنا اونچا اور ارفع ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ثابت نہیں اس لئے کہ معبودانِ باطلہ ''ادنیٰ، گھٹیا، کم تر اور حقیر'' ہیں۔ مِنْ دُوْنِ اللهِ کے غیر موزوں اور غلط اطلاقات کی طرح بعض لوگ لفظ دعا کا بھی غلط اطلاق کرتے ہیں اور قرآن میں وارد شدہ ''دعا'' کا معنی ہر جگہ ''ندا'' اور ''پکار'' کرتے ہیں کہ غیر اللہ تعالیٰ کو پکارنا شرک ہے حالانکہ مِنْ دُوْنِ اللهِ کی طرح دَعَا يَدْعُو کا دائرۂ اطلاق اور مراد بھی ہر جگہ سیاق و سباق کے پیشِ نظر متعین کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کوئی بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ کو مستعان و مجیب حقیقی مان کر انبیاء علیہم السلام سے استغاثہ کرے، کسی سے مدد طلب کرے، کسی روحانی شفاخانے سے علاج کروائے یا دم درود اور دعا کیلئے کسی نیک صالح بندے کے پاس جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں ہاں اگر وہ شخص یہ عقیدہ رکھے کہ مخلوق بھی اللہ رب العزت کے اذن کے بغیر مستقل، بنفسہ نفع و ضرر کی مالک ہے تو یہ عقیدہ یقیناً شرک ہے۔

ایسی تمام آیاتِ مبارکہ کا سیاق و سباق کے حوالے سے جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ مِنْ دُوْنِ اللهِ سے مراد اللہ تعالیٰ کے دشمن (اصنام، بت اور طواغیت وغیرہ) ہیں جن کو مشرکینِ عرب اپنا حاجت روا اور نجات دہندہ سمجھتے تھے اس لئے غیر اللہ کو حقیقتاً حاجت روا سمجھ کر ان سے دُعا کرنا شرک ہے۔

قرآن و حدیث کی رو سے ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے مجازاً حاجت روا اور مشکل کشا ہو سکتا ہے، مجازی اور عرفی معنی میں ایسا کہہ دینا شرک نہیں کیونکہ

حقیقی حاجت روا، کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی کو مانا اور سمجھا جاتا ہے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء و اولیاء وصلحاء کے وسیلے سے دعا کرنا مسنون ہے جس کا حکم خود قرآن نے ان الفاظ میں دیا ہے:

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ.(۱)

’’اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو۔‘‘

خلاصۂ بحث

گذشتہ صفحات میں ہم نے وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ، مِنْ دُوْنِ اللهِ اور دَعَا يَدْعُوْ کے درست اطلاقات کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ الفاظ قرآنی کے صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے سیاق و سباق اور محاورۂ قرآن کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری امر ہے۔ یونہی ہر جگہ الفاظِ قرآنی کا غلط اطلاق کر کے کسی کو مشرک و بدعتی قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک کو سمجھنے کیلئے تصورات کا صحیح ادراک نہایت ضروری ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کے ساتھ تعلیماتِ اسلامی پر عمل پیرا ہوں۔ یہی دین کا تقاضا ہے اور یہی اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کا منشاء بھی اور اسی میں ہم سب کی نجات ہے۔

(۱) المائدة، ۵:۳۵

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **آلوسی،** ابو الفضل شہاب الدین السید محمود (۱۲۷۰ھ)۔ **روح المعاني فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثاني۔** بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

۳۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

٤۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ **زاد المسیر فی علم التفسیر۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ۔

۵۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

٦۔ **ابن خزیمہ،** ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۷۔ **ابن عابدین شامی،** محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴۔ ۱۳۰۶ھ)۔ **رد المحتار علی الدر المختار۔** کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۸۔ **ابن عباس،** صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ (۶۸ھ) ۔ **تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۔ **ابن عبد البر،** ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **التمہید۔** مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف و الشؤون الإسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۱۰۔ **ابن کثیر،** ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر**

القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۱۔ **ابن ماجہ**، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۲۔ **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/ ۷۳۶۔۷۹۸ء)۔ **کتاب الزهد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۴۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۱۵۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۶۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیة الأولیاء و طبقات الأصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۷۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۸۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۹۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الأدب المفرد**۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۲۰۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔

۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔

۲۱۔ **بغوی**، ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۲۔ **بیضاوی**، ناصر الدین ابی سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی (۷۹۱ھ)۔ **التفسیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء۔

۲۳۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲٤۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ **شعب الإیمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۵۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ /۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲٦۔ **حمیدی**، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر (م۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۲۷۔ **خطیب تبریزی**، ولی الدین أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (م۷۴۱ھ)۔ **مشکوۃ المصابیح**۔ بیروت، لبنان، الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۲۸۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۲۹۔ **دار قطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۳۰۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔

التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔

۳۱۔ **راغب اصفہانی**، ابو قاسم حسین بن محمد (م۵۰۲ھ/ ۱۱۰۸ء)۔ **المفردات**۔ دمشق، شام: دار القلم + بیروت، لبنان، الدار الشامیہ،۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۳۲۔ **زبیدی**، امام محبّ الدین ابو فیض السید محمد مرتضی حسینی واسطی حنفی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ/ ۱۷۳۲-۱۷۹۱ء)۔ **تاج العروس من جواهر القاموس**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۴ء/ ۱۴۱۴ھ۔

۳۳۔ **زمخشری**، امام جار اللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ قاہرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء۔

۳۴۔ **سیوطی**، امام جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمان بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السیوطی، (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج**۔ بیروت، لبنان: شرکۃ دار الأرقم بن ابی الأرقم۔

۳۵۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح الصدور**۔

۳۶۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح علی سنن النسائی**۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات الإسلامیہ، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۳۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تفسیر الجلالین**۔ بیروت لبنان: دار ابن کثیر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۳۸۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی، (متوفی: ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۲ء)۔ **انفاس العارفین**۔ دہلی، بھارت: مطبع مجتبائی، ۱۳۳۵ھ۔

۳۹۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی (م: ۱۱۷۶ھ)، **الفوز الکبیر**، ......

۴۰۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ **فتح القدیر**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۴۱۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۴۲۔ **عبدالرزاق**، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **تفسیر عبدالرزاق**۔

۴۳۔ **عبدالعزیز دہلوی**، فتاویٰ عزیزی،

۴۴۔ **عسقلانی** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی + عمان + اُردن: دار عمار، ۱۴۰۵ھ۔

۴۵۔ **فیروز آبادی**، ابو طاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم بن عمر بن ابی بکر بن احمد بن محمود (۷۲۹۔۸۱۷ھ/ ۱۳۲۹۔۱۴۱۴ء)۔ **القاموس المحیط**۔ بیروت، لبنان: المؤسسۃ العربیہ۔

۴۶۔ **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ /۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحکام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۷۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۴۸۔ **مقدسی** ، شیخ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمان حنبلی مقدسی (۵۶۷۔۶۴۳ھ)۔ **الأحایث المختارۃ**۔ مکۃ المکرّمۃ ، مکتبۃ النھضۃ،

۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۴۹۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح**۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۵۰۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغیب و الترھیب من الحدیث الشریف**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۵۱۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔ ۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۵۲۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔ ۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔ ۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۵۳۔ **نسفی**، عبداللہ بن محمود بن احمد نسفی (۷۱۰ھ)۔ **مدارک التنزیل و حقائق التأویل**۔ بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی۔

۵۴۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔ ۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد و منبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

www.MinhajBooks.com